رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸　　　　رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

THE ALHAKAM, WEEKLY, QADIAN,

الحکم

دورِ جدید

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جس کو
حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

بیا در بزم مستاں تا ببینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

مدیر اعلیٰ
شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی

مدیر مسئول
شیخ محمود احمد عرفانی مجاہد مصری

چندہ

والیان ریاست سے　ما ر
عوام و امراء سے　صم ر
معاونین سے　عسم ر
عوام سے　صمہ ر
ممالک غیر سے　۸ شلنگ

مدینۃ المسیح
قادیان دار الامان سے
ہر انگریزی ماہ کی ۷، ۱۴، ۲۱، ۲۸
تاریخ کو
**خدا کے فضل اور
رحم کے ساتھ**
شائع ہوتا ہے

جلد ۳۷　　۲۱ جون ۱۹۳۴ء مطابق ۸ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ یوم پنجشنبہ　　نمبر ۲۲

الحکم کی اجراء پر حضرت خلیفۃ المسیح و المہدی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ کا اظہار مسرت بذریعہ مکتوب مبارک

مکرمی شیخ صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے یہ معلوم کر کے بیحد خوشی ہوئی ہے کہ آپ الحکم کو پھر جاری کرنے لگے ہیں۔

اللہ تعالیٰ برکت دے اور اس ارادہ کی تکمیل کے سامان پیدا کر دے۔ (آمین ثم آمین)

الحکم سلسلہ کا سب سے پہلا اخبار ہے۔ جو موقع خدمت کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں اسے اور بدر کو ملا ہے وہ کروڑوں روپیہ صرف کر کے بھی اور کسی اخبار کو نہیں مل سکتا۔

میں کہتا ہوں کہ الحکم ظاہری صورت میں زندہ رہے یا نہ رہے۔ لیکن اس کا نام ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔ سلسلہ کا کوئی اہتم بالشان کام اس کا ذکر کئے بغیر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ تاریخ سلسلہ کا حامل ہے۔ لیکن دل یہی چاہتا ہے کہ الحکم جس کا نام ہی بتا رہا ہے کہ ابتدائے ایام سے سلسلہ کے افراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کیا درجہ سمجھتے تھے اپنی ظاہری صورت میں بھی زندہ رہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی نسل کو اس کی خدمت کی توفیق دیتا رہے۔ اَللّٰہُمَّ آمین

خاکسار
میرزا محمود احمد
(خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکتوبات

پادری فتح مسیح کے نام

پادری فتح مسیح فتحگڑھ چوڑیاں کے مشن میں ملازم تھے۔ پادری وائٹ بریخٹ جو بٹالہ کے انچارج مشنری تھے اس کے بڑے حامی تھے۔ یہ شخص چونکہ اسلام سے مرتد ہوا تھا۔ اسلئے نہایت سخت زبان ہو گیا تھا۔ اسلئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے ارتداد انسان کے ارتداد کو لپیٹ کر دیتا ہے۔ اور یہ ایک قسم کی لعنت ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابلہ میں ایک مرتبہ اس نے لفافہ میں بند مضمون کے بتانے کا اعلان کیا۔ لیکن جب حضور نے اس چیلنج کو قبول کر لیا تو بٹالہ کے مقام پر اسے دم دبا کر بھاگنا پڑا۔ اور بٹالہ کے مشنری نے بھی اسی کی اس قسم کی لاف وگزاف کو پسند نہ کیا۔ ان امور کی تفصیلات انشاءاللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سوانح حیات (حیات احمد) میں آ رہی ہیں۔

پھر یہ وہی پادری فتح مسیح ہے جس کے ایک خط کے جواب میں حضور نے رسالہ نور القرآن شائع کیا تھا۔ یہ مکتوب جو میں آج شائع کر رہا ہوں اسی پادری فتح مسیح کے نام ہے۔ اور یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک انعامی اشتہار ایک ہزار روپیہ کے سلسلہ میں فتح مسیح نے اس مقابلہ میں آنے کے لئے حضرت کو لکھا۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس مکتوب کے بعد اس پر گویا موت طاری ہو گئی اور مقابلہ کی ہمت نہ پڑی۔ اور اس طرح پر وہ دعویٰ پھر ایک بار صحیح ثابت ہوا ؎

چہ ہیبت ہا بدادند ایں جواں را + کہ ناید کس بہ میدان محمدؐ

اس قدر بیان سے قارئین کرام کو فتح مسیح کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ اور مکتوب حضرت جن حقائق پر مشتمل ہے ان کا لطف دوبالا ہو جائے گا۔ (عرفانی)

مشفقی پادری فتح مسیح صاحب۔ بعد ما وجب مدت کے بعد آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ اگر آپنے ہزار روپیہ پانے کی کوئی نظیر پیدا کر لی ہے۔ تو بہت خوب ہی۔ لیکن بہتر ہے کہ آپ ایسے عمدہ اور اعلیٰ کتاب کے حوالہ سے کوئی اشتہار میرے نام شائع کر دیں۔ اور یہی مضمون جو خط میں آپنے لکھا ہے اس میں لکھ دیں اور اگر اشتہار نہیں تو نور افشاں میں چھپوا دیں آپ جانتے ہیں کہ مینے کوئی قلمی تحریر آپکی طرف نہیں بھیجی بلکہ ہزار روپیہ کا اشتہار چھپوا کر بھیجا ہے تو اس صورت میں طریق مقابلہ یہی ہے۔ جیسا کہ مینے ایک دعوے کو چھاپ کر پبلک کے سامنے رکھ دیا ہے۔ اور ہر ایک کو نظر اور غور کرنے کا موقعہ دیا ہے آپ بھی ایسا ہی کریں۔ اور وہ عمدہ کتابیں جو آپ کی دانست میں اعتماد کے لائق ہیں۔ اور اہل الرائے نے کوئی انپر جرح نہیں کیا اور نہ ان کو مفتریات میں سے ٹھیرایا ہے۔ ان کا وہ مقام شائع کر دیں۔ آپ کی اس میں بڑی نیک نامی ہوگی۔ کیونکہ جبکہ میں اس وسوسہ کے استیصال کے لئے جواب الجواب چھپواؤں گا۔ اور پبلک کی نظر میں وہ نکما ثابت ہوگا۔ تو گویا پبلک آپ کو ہزار روپیہ پانے کی ڈگری دے دے گی۔ اس صورت میں ہر ایک نظر میں آپ روپیہ پانیکے مستحق ٹھیر جاینگے اور مجھ کو دینا پڑے گا۔ اور نیز اس صورت میں یہ بات بھی یقینی ہے کہ آپکی اس معرکہ کے فتح کے بعد کچھ ترقی بھی ضرور ہوگی۔ کیونکہ جبکہ آپ یسوع کی عزت ثابت کرینگے تو ضرور لوگ آپ کی عزت کرینگے۔ میری نظر میں تو سوائے حوالات میں رہنے اور چوتڑوں پر کوڑے کھانے کے انجیل سے اور کچھ نہیں ثابت ہوتا۔ اگر اسی کا نام عزت ہے۔ تو بیشک اسوقت کے مخالف مذہب والیان ملک نے مسیح کی بڑی عزت کی۔ میرا ادا اس خط کو جو میری طرف بھیجا ہے چھپوا دیں اور جلد چھپوا دیں۔ اور ایک کاپی میرے نام بھیج دیں۔ پھر آپ جو دیکھ لیں گے۔ میں کیسی ان اسنادوں کی وقعت اور یسوع مسیح کی عزت ثابت کرتا ہوں۔ اور آپنے یہ بھی لکھا ہے کہ نور القرآن میں مجھ کو گالیاں دی ہیں۔ آپ یاد رکھیں کہ گالیاں دینا اور توہین کرنا اور افترا کرنا وہ سب اس زمانہ کے پادری صاحبوں کے حصہ میں آ گیا ہے۔ کونسی گالی ہے۔ جو آپ لوگوں نے ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دی۔ کونسی توہین ہے جو اس جناب کی آپ لوگوں نے نہیں کی۔ نہ ایک نہ دو۔ بلکہ ہزاروں کتابیں آپ لوگوں کے ہاتھ سے ایسی نکلی ہیں جو گالیوں سے بھری ہوئی ہیں۔ اگر وہی الفاظ آپ صاحبوں کے باپ یا ماں یا یسوع کی نسبت استعمال کئے جائیں تو کیا آپ برداشت کر سکتے ہیں۔ ہمارے دلوں کو آپ لوگوں نے ایسا دکھایا۔ جس کی نظیر دنیا میں نہیں پائی جاتی۔ یہ مردہ پرستی کی شامت ہے کہ آپ لوگوں کے دلوں سے راستبازی کا نور بالکل جاتا رہا۔ ہر ایک سوال شرارت کے ساتھ ملا کر بیان کیا جاتا ہے۔ ہر ایک اعتراض میں افترا کی ملونی سے رنگ دیا جاتا ہے۔ ہر ایک بات ٹھٹھے اور ہنسی سے مضبوط ہوتی ہے۔ کیا یہ نیک انسانوں کا کام ہے۔ پھر جس حالت میں آپ اس عالی جناب کی عزت نہیں کرتے۔ جس کو زمین و آسمان کے خالق نے عزت دے رکھی ہے۔ اور جس کے آستانہ پر پچانوے کروڑ آدمی سر جھکاتے ہیں۔ پھر آپ ہم سے کس عزت کو چاہتے ہیں۔ ہم نے بہتیرا چاہا کہ آپ لوگ تہذیب سے پیش آویں۔ تاہم بھی تہذیب سے پیش آویں۔ مگر آپ لوگ ایسا کرنا نہیں چاہتے۔ کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ جن اعتراضات کو آپ تہذیب اور نرمی سے پیش کر سکتے ہیں۔ ان کو آپ توہین اور تحقیر سے پیش کرتے ہیں۔ مثلاً زینب کے قصہ میں جو متبنی کی بیوی کو نکاح میں لانا آپ لوگوں کی نظر میں محل اعتراض ہے۔ اور اس اعتراض کو دل دکھانے کے لئے توہین اور تحقیر کے پیرایہ میں پیش کرتے ہیں۔ اگر آپکے دل میں طلب حق اور زبان میں تہذیب ہو تو اس طور سے اعتراض پیش کریں کہ ہماری توریت اور انجیل کی رو سے متبنی کی بیوی سے نکاح کرنا حرام ہے۔ اور توریت اور انجیل کی رو سے جس مرد کو بیٹا کہا جاوے یا عورت کو بیٹی کہا جاوے تو اس مرد کی بیوی حرام ہو جاتی ہے۔ اور ایسی عورت کو نکاح میں لانا حرام ہو جاتا ہے۔ یا اگر نکاح میں ہو تو اس پر طلاق پڑ جاتی اور نیز فلاں فلاں عقلی دلیل سے ثابت ہے کہ متبنیٰ اصل بیٹے کی مانند ہو جاتا ہے۔ مگر اسلام نے متبنی کی بیوی سے بعد طلاق نکاح جائز رکھا ہے۔ تو ایسے اعتراض سے کوئی مسلمان ناراض نہ ہو یا مثلاً کثرت ازدواج پر آپ اعتراض کریں اور نرمی سے توریت اور انجیل کی آیات ثبوت میں لکھیں کہ صریح ان کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک سے زیادہ بیوی کرنا حرام ہے۔ اور جو شخص ایسا کرتا ہے۔ وہ زنا کرتا ہے اور معقول طور سے بھی دوسری بیوی کی کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ تو اس اعتراض پر کون ناراض ہو سکتا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ آپ لوگوں کو یہ اخلاق نصیب کرے۔ تو ہم بچوں کی طرح آپ لوگوں کو شفقت اور رحمت سے تعلیم دے سکتے ہیں۔ اور محبت اور خلق سے ہر ایک بات میں آپ کی تسلی کر سکتے ہیں۔ مگر آپ تو درندوں کی طرح ہم پر گرتے ہیں۔ پھر آخر ہم نہ جوش غصہ سے بلکہ تادیب کے لئے سخت الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ ہاں اگر آپ حقیقی خلق برتنے اور درندگی چھوڑنے کے لئے تیار ہیں۔ تو ہم بھی محبت اور خلق اور عزت کرنے کے لئے تیار ہیں۔ ورنہ آپ کی مرضی۔

یقیناً ایک وہ زمانہ تھا۔ جو بقول آپکے یسوع مصلوب ہوا اور اب وہ گھڑی بہت نزدیک ہے جو تثلیث مصلوب ہو جاویگی۔ اور توریت کے مفہوم کے موافق لکڑی پر لٹکائی جاویگی۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

از قادیان ضلع گورداسپور
یکم فروری ۱۸۹۱ء

نور القرآن کا جواب جلد شائع کریں۔ انھیں اعتراض کے لئے رجسٹری شدہ خط بھیجتا ہوں۔

چٹ نمبر کا حوالہ خط و کتابت کرتے وقت ضرور دیں ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف
(مینیجر)

سیرۃ المہدی کا ایک ورق

شمائل و اخلاق کی ایک شان

احباب کرام کو غالباً معلوم ہے کہ میں حضرت **مسیح موعود** علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سوانح حیات "**حیات احمد**" کے نام سے لکھ رہا ہوں۔ جس کی دوسری جلد کے دو نمبر شائع ہو چکے ہیں۔ اور آپ کی سیرۃ "**سیرت مسیح موعود**" کے نام سے تین حصوں میں اب تک شائع ہو چکی ہے۔ الحکم کے ان کالموں میں آپ کی زندگی کے بعض واقعات روایات کی صورت میں شائع ہوئے ہیں۔ جن پر میں نے کہیں کہیں اپنے **ذوق** اور **نقطہ خیال** سے نوٹ دیکر حضور کی سیرۃ کے بعض پہلوؤں کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ آج میں حضور کی سیرۃ کے اوراق میں سے **شمائل و اخلاق** کی ایک شان کو پیش کرتا ہوں۔ یہ دراصل اسی کتاب کے اوراق میں سے ہے۔ جو سیرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چوتھے **حصے** کی شکل میں عنقریب پریس میں جانے والی ہے۔ اس سے قارئین کرام کو اس کے مطالب کا بھی کسی حد تک اندازہ ہو جائے گا۔ دوستوں کو چاہیئے کہ ان رسالوں کی بکثرت اشاعت کریں۔ خود پڑھیں اور اپنے گھروں میں سنائیں۔ اور غیروں میں تبلیغ کے لئے تقسیم کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وجود فی ذاتہ اپنی صداقت کا ایک زبردست **نشان** ہے اور جس جس قدر آپکے اخلاق و شمائل پر انسان غور کرتا ہے اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ **عظیم الشان انسان ھے**۔ پس دوست اس کی طرف توجہ کریں (عرفانی)

شجاعت و استقامت

اخلاق فاضلہ میں سے **شجاعت و استقامت** بھی دو بڑے خلق ہیں اور ان دونوں میں باہم ایک غیر منفک رشتہ ہے۔ کمال شجاعت یہی ہے کہ اس کے ساتھ **استقامت** بھی ہو۔ بعض اوقات دیکھا گیا ہے کہ کسی وقتی جوش کے ماتحت یا اضطراری حالت پیدا ہو جانے پر ایک کمزور سے کمزور اور بزدل انسان بھی دلیر ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر اس قوت شجاعت کے ساتھ استقامت نہ ہو تو وہ ایک فوری ظہور اسی قوت شجاعت کا ہوگا۔ اور وہ اخلاق فاضلہ کے سلسلہ میں نہیں آ سکے گی۔

علاوہ ازیں ایک شخص میدان جنگ میں ممکن ہے جوہر شجاعت کی داد دے سکتا ہو۔ لیکن گھر کے معمولی معاملات اور ابتلاؤں میں وہ ایسا بودا ہو کہ اس کا سکون خاطر معمولی سی تحریک سے برباد ہو جاتا ہے۔ اسلئے جب تک ہم کسی شخص کی سیرۃ میں ان دونوں قوتوں کا پورا ظہور نہ دیکھ لیں یہ کہنا مشکل ہوگا کہ وہ **شجاعت** کے جوہر سے آراستہ ہے۔ اور یہ تو میں **فلسفہ اخلاق** کی بحث ہی میں بیان کر آیا ہوں کہ کوئی خلق خلق ہو ہی نہیں سکتا۔ جب تک موقع اور محل پر اسکا صدور نہ ہو۔ اور اس شخص میں وہ قوتیں بھی ہوں جو اس خلق کے کمال کے لئے ضروری ہیں۔

حضرت مسیح موعود میں اخلاق کا ظہور

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے اخلاق فاضلہ کے حسن سے مزین کر کے بھیجا تھا۔ اسی لئے کہ آپ اس زمانہ میں احیاء اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے **اخلاق فاضلہ** کے اسوہ کو ظاہر کرنے کے لئے آئے تھے۔ آپ کی زندگی میں **شجاعت و استقامت** کے ظہور کے بہت سے موقع آئے۔ اور کسی ایک موقع پر بھی آپ سے کوئی ایسا فعل یا حرکت سرزد نہیں ہوئی۔ جو شان استقامت۔ یا جوہر شجاعت کے خلاف ہوتی۔

شجاعت کے بھی مختلف ظہور ہوتے ہیں کہیں یہ صبر کے رنگ میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ اور کہیں **ضبط نفس** کی صورت میں۔ میں حضرت کی شجاعت و استقامت کو مختلف واقعات کی روشنی میں پیش کروں گا (وباللہ التوفیق)۔

آپکا اپنا بیان قوت قلب و استقامت پر

خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو قوت قلب اور **استقامت** حاصل تھی آپ خود اس کو محسوس کرتے اور اپنی سچائی کی ایک زبردست دلیل سمجھتے تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"جو لوگ ہمارے مخالف ہو کر ہمکو **گالیاں** دیتے ہیں اور **دجال** اور **کافر** کہتے ہیں۔ ہم اس کی **ذرا بھی پروا نہیں کرتے**۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک آدمی کو **نور فطرت** اور **قوت فیصلہ** عطا کی ہے۔ پاخانہ جو آدمی کے اندر سے نکلتا ہے۔ اس کی بدبو وہ خود بھی محسوس کرتا ہے۔ پس جبکہ یہ ایک مانی ہوئی بات ہے اور پکا قاعدہ ہے۔ پھر جھوٹ جو اس پاخانہ سے بھی بڑھ کر بدبو رکھتا ہے۔ کیا اس کی بدبو جھوٹ بولنے والے کو نہیں آتی؟ ضرور آتی ہے۔ پھر میں سمجھ نہیں سکتا کہ ایک مفتری **علی اللہ** اسقدر قوت اور استقلال کے ساتھ اپنے دعوے کو پیش کرے جو ہمیشہ صادق کا خاصہ ہے۔ پھر ان کی پیش وقت کیونکر جا سکتی ہے؟ اور **وہ میرا کیا بگاڑ سکتے ہیں**۔

اگر میں خدا کی طرف سے نہ آیا ہوتا اور اس نے ہی مجھے **مامور** نہ کیا ہوتا تو تم ہی بتاؤ کہ اس قدر **گالیاں** اور اسقدر **شور و شر** اور **مخالفت** یہاں تک کہ **قتل کے فتوے**۔ **قتل عمد کے مقدمے** جو میرے خلاف بنائے گئے۔ ان بلاؤں اور مصیبتوں کو اپنے اوپر لینے کی کس کو ضرورت ہو سکتی ہے؟ کبھی کوئی برداشت نہیں کر سکتا کہ اس قسم کے گند سے بھرے ہوئے اشتہار اور گالیوں کے خطوط جو بھیجے جاتے ہیں سنا کرے۔ مگر

میں سچ کہتا ہوں

کہ یہ میرے اختیار کی بات نہیں ہے۔ خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے چونکہ اس نے خود ہی اس سلسلہ کی بنیاد رکھی ہے۔ اس نے ہی وہ **قوت قلب** کو عطا کی ہے کہ یہ ساری **مصیبتیں** اور **مشکلات** میرے سامنے کچھ بھی **حقیقت نہیں** رکھتی ہیں۔ اور مجھے معلوم بھی نہیں ہوتا کہ کس کو کہتے ہیں پس خود ہی سوچ کر دیکھو کہ یہ **شوکت** یہ **قوت** یہ **استقلال مفتری کو مل سکتا ہے**؟ میں تو **کبھی یقین نہیں کر سکتا کہ مفتری ہو اور یہ قوت پالے**۔ (۱۰ فروری ۱۹۰۱ء)

یہ شعور اور بصیرۃ جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دی اور آپ کے قلب مطہر میں اس قدر قوت و استقامت تھی کہ آپ کو یہ معلوم بھی نہ ہوتا تھا کہ **کس کو کہتے ہیں**۔ یہ خارق عادت استقامت۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا مفتری اور کاذب کو نہیں مل سکتی۔ بلکہ اس کا اصل مظاہرہ انھیں لوگوں میں ہوتا ہے۔ جو خدا کی طرف سے آتے ہیں۔ اور پھر یا ان لوگوں کو ملتی ہے جو خدا کی طرف سے آنے والوں کی پاک صحبت میں بیٹھ کر اپنی تطہیر اور تزکیہ نفس کا موقعہ پاتے ہیں۔ ایک طرف غور کرو کہ آپ اس استقامت اور سکینت کو صادق کا نشان اور اپنے قلب میں اس کا موجود ہونا ظاہر فرماتے ہیں۔ دوسری طرف ایسے واقعات اور حالات پیش آتے ہیں کہ اس قوت کے ظہور اور نشو و نما کا صاف صاف پتہ لگ سکے۔ اور پھر صلحائے امت میں سے ایسے لوگ ہیں جو علم النفس کے ماہر ہیں۔ اور ہر قسم کی کیفیات اور جذبات کو دیکھ کر صادق اور کاذب میں فرق کرتے ہیں۔ دیکھو وہ کیا کہتے ہیں۔؟

حضرت مخدوم الملۃ کے تاثرات و مشاہدات

اسی سلسلہ میں سب سے اول میں حضرت مخدوم الملۃ مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ کے تاثرات و مشاہدات کو پیش کرتا ہوں۔ حضرت مخدوم الملۃ کا مقام جماعت میں عند اللہ جو تھا۔ وہ اس سے ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنی وحی کے ذریعہ ان کا نام **مسلمانوں کا لیڈر** رکھا۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"عزیزو! ممکن ہو تم میں سے کسی نے کسی راستباز کی پاک صحبت پائی ہو۔ یا اولیاء اللہ کی کتابیں پڑھی ہوں۔ ایسا شخص جانتا ہے کہ عظیم الشان دولت جس کے لئے سالک

تڑپتے ہیں۔ وہ سکینت۔ وقار۔ استقامت۔ طمانیت۔ اور اینٹی قلب ہے۔ کہ روح میں ایسی جمعیت پیدا ہو جاوے کہ زمانہ کا کوئی زلزلہ اور صرصر اسے جنبش نہ دے سکے۔ تم جانتے ہو کہ یہ عالم قباحتوں اور کدورتوں اور رنجوں کا عالم ہے۔ ہر ایک اپنے دل میں دیکھے کہ ذرا کوئی بات مزاج کے خلاف سننی پڑے تو دماغ سراسیمہ اور اد کار رفتہ ہو جاتا ہے۔ ہادی کامل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نگاہ کرو کہ مکہ معظمہ میں کس قدر زہرہ گداز دکھ اٹھائے۔ پھر اسی ایک استقامت اور سکینت کو دیکھو جو آپکے حال سے عیاں ہوتی ہے۔ اگر آپ ابنائے زمانہ کی طرح رنجوں کو محسوس کرتے تو کچھ نہ کر سکتے۔ قرآن کریم کی وحی ان دکھوں۔ ابتلاؤں۔ ایذاؤں۔ گالیوں اور دوستوں کے قتل کے اوقات میں ہو رہی ہے۔ اور اسکی نسبت دعوے ہو رہا ہے۔ لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا۔ کیا ممکن تھا کہ اس پاک اور مبارک وحی کے نظام میں الفاظ میں یا معانی میں کوئی خلل ہو۔

یہ بات بتاتی ہے کہ کسقدر استقامت اور قوت قلب آپ میں تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ جیسے ہمیں یہ فخر ہے کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی معجزہ تھی۔ مگا میں بڑے فخر سے اس بات کو ظاہر کرتا ہوں کہ اس پاک زندگی کا نمونہ ہم میں

ہمارے امام مسیح موعود علیہ السلام ہیں

یہ ہے ثبوت ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زندہ نبی ہونے کا کہ آپ کے اتباع کی زندہ برکتیں ہر زمانہ میں موجود ہیں۔

میں اسوقت ایک نازک مقام پر کھڑا ہوں۔ اگر میں بایں حالت خدا کے گھر میں خدا کی کتاب ہاتھ میں لے کر خدا کے مسیح موعود کے سامنے کھڑا ہو کر جھوٹ بولتا ہوں تو پھر مجھ سے بڑھ کر کوئی لعنتی نہیں ہو سکتا۔

راستی سے کہتا ہوں کہ میں اس برگزیدہ امام کے وجود میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی چال ڈھال کو ایسا زندہ دیکھتا ہوں اور میں کہہ سکتا ہوں کہ

دوبارہ خود رسول کریم تشریف لے آئے ہیں

مجھے اس دعوے کا فخر حاصل ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت امام کی اندرونی زندگی سے واقف ہونے کا زیادہ موقعہ دیا ہے۔ اور یہی وہ بات ہے جس نے مجھے آپکی صداقت پر بڑا بھاری یقین دلایا ہے۔ میں نے آپکے ہر معاملہ میں وہ استقامت کوہ وقاری اور متانت اور سکینت اور جمعیت اور طمانیت دیکھی ہے۔ جو صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھی۔ تہدیدوں کی دھمکی۔ قتل کے منصوبے۔ قتل عمد کے جھوٹے مقدمے کفر کے فتوے۔ ناپاک اور خطرناک گالیوں کے اشتہار اور خطوط آتے۔ جن کو دیکھ کر اور سن کر انسان کا دماغ پریشان ہو جاتا ہے۔ اور ایسی ایسی ناسزا باتیں پیش آتی ہیں جو شیشے سے بڑے متین آدمی کو بھی حیران کر دیتی ہیں۔ مگر کبھی نہیں دیکھا گیا کہ حضرت اقدس نے پیشانی پر بل ڈال کر اسی انتہا میں کسی کی طرف دیکھا ہو میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں بسا اوقات بعض گھبرا امور کی وجہ سے اداس ہوا ہوں۔ مگر حضرت کے پاک اور بشاش چہرے کو دیکھ کر طبیعت ایسی مسرور اور منشرح ہو گئی ہے۔ گویا بڑی عظیم الشان خوش بختی کا نظارہ دیکھا ہے۔ الغرض یہ پاک انسان گھر میں بیٹھا ہے جب بھی خوش۔ اور دوستوں کے درمیان ہے تو خوش وخرم۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ یہ خلاف عادت فطرت منجانب اللہ ہونے پر دلالت نہیں کرتی تو کہاں سے آئی۔

ایک اور مظاہرہ استقامت کا

بازار میں

کسی دوکان پر بیٹھ کر دیکھو کہ راہ رو کتّے کی طرح ادھر ادھر دیکھتے جاتے ہیں۔ تم دیکھو گے کہ جب یہ خدا کا مامور راہ چلتا ہے تو کس طرح پر متانت کے ساتھ نظر بر پشت پا دوختہ گویا وقار اور متانت کا ایک پہاڑ ہے۔ تم نے کبھی نہ دیکھا ہو گا کہ سگ فطرت آدمی کسی جمعیت کے ساتھ ایک رُخ کو جاتا ہو۔ مگر حضرت اقدس ہیں کہ کبھی دائیں بائیں نہیں دیکھتے۔ یہ قوت قلب اور سکینت بتاتی ہے کہ ایک معشوق ذوالجلال ایسا سامنے ہے کہ نگاہ اس سے ہٹتی ہی نہیں۔ اہل دنیا نے چونکہ وہ معشوق دیکھا ہی نہیں اس لئے ان کو وہ سکون اور وقار کہاں۔؟

حضرت مولانا عبد الکریمؓ کی شہادت ایک دوسرے موقعہ کے متعلق

حضرت مخدوم الملۃ مولانا مولوی عبد الکریم صاحب رضی اللہ عنہ نے جولائی ۱۸۹۹ء کے شروع میں ایک خط احباب کے نام لکھا۔ اس میں آپنے مکرمی حضرت محمد صادق صاحب سے ایک مجلس کا ذکر فرمایا۔ اور حضرت اقدس کی شاندار استقامت پر ایک بصیرہ افروز تقریر کی۔ جس کو میں انہیں کے الفاظ میں پیش کرتا ہوں "آج صبح ہی میں عزیز برادر مفتی محمد صادق سے کہہ رہا تھا کہ منجملہ ان بے شمار سبقوں کے جو ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاک زندگی سے سیکھتے ہیں۔ ایک بڑا بھاری سبق جس کی ہمیں انسان اور متمدن انسان بننے کے لئے اس عالم میں ضرورت ہے۔ وہ کیا ہے؟ استقامت اور ہر قسم کی زلزلہ ڈالنے والی اور ہمت کی کمر کو ڈھیلا کر دینے والی اور جی کو ہرا کر بٹھا دینے والی شدتوں اور فتنوں اور ابتلاؤں کے مقابل فوق العادت صبر۔ اخلاق پر لکھنے والوں نے اس کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے اور اس قوۃ کے زندہ رکھنے کے لئے اور نشو ونما دینے کے لئے بہت سی تدابیر لکھی ہیں۔ مگر حق یہ ہے کہ زندہ نمونہ اور انسان کامل کی عملی زندگی سے بہتر کوئی نمونہ نہیں۔ میں دیکھتا ہوں کسقدر خوفناک ابتلا اور فتنے ہمارے پیارے مسیح کے سامنے آتے ہیں بعض اوقات کسی سمت سے چھکے چھڑا دینے والی خبر کان میں پڑتی ہے۔ اور کبھی ایک معمولی انسان کو قطعاً مایوس ہونے والی بات واقع ہو جاتی ہے مگر یہ کیسا قلب ہے کہ اسے جنبش تک نہیں ہوتی۔

پیش نظر کتاب کی تصنیف میں بحیثیت شغل کے انجام میں کوئی روک اور کوئی تردد رونما نہیں ہوتا۔ پانچوقت مسجد میں آتے ہیں اور لطف وکرم اور بسط و بے تکلفی سے باتیں کرنے میں کوئی فرق پڑ جائے۔ اندر گھر میں بچوں کے معمولاً ہر سوال پر سوال کر کے دق کرنے اور ستانے سے کوئی چڑچڑاپن کا نشان دکھائے۔ اپنی محترمہ رفیقہ سے کسی وقت ایسی آواز ہی سے بولیں؟ جس سے درشتی اور کرختگی کی بو آئے ان باتوں میں سے کبھی بھی کوئی آشکارا نہیں ہوتی۔

لیکھرام کے قتل پر تلاشی کا واقعہ

مجھے خوب یاد ہے کہ جس روز ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ صاحب قادیان میں حضرت کے مکان کی تلاشی لینے کے لئے آئے تھے اور قبل از وقت اس کا کوئی پتہ اور خبر نہ تھی اور نہ ہو سکتی تھی اس کی صبح کو کہیں سے ہمارے میر صاحب (حضرت میر ناصر نواب رضی اللہ عنہ۔ عرفانی) نے سن لیا کہ آج وارنٹ ہتھکڑی سمیت آئے گا۔ میر صاحب حواس باختہ سر از پا نشناختہ حضرت کو اس کی خبر کرنے اندر دوڑ گئے اور غلبۂ رقت کی وجہ سے بصد مشکل اس ناگوار خبر کے منہ سے برقع اتارا۔ حضرت اسوقت نور القرآن لکھ رہے تھے اور بڑا ہی لطیف اور نازک مضمون درپیش تھا۔ سر اٹھا کر اور مسکرا کر فرمایا کہ:۔

میر صاحب! لوگ دنیا کی خوشیوں میں چاندی اور سونے کے کنگن پہنا ہی کرتے ہیں۔ ہم سمجھ لیں گے ہم نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں لوہے کے کنگن پہن لیں گے۔

پھر ذرا تامل کے بعد فرمایا۔ مگر ایسا نہ ہو گا۔ کیونکہ خدا تعالےٰ کی اپنی گورنمنٹ کے مصالح ہوتے ہیں۔ وہ اپنے **خلفائے مامورین کی ایسی رسوائی پسند نہیں کرتا۔**"

میں دہلی۔ پٹیالہ۔ لودہانہ۔ امرتسر۔ لاہور۔ سیالکوٹ کپورتھلہ اور جالندھر کے سفروں میں ساتھ رہا ہوں کیا کیا ناگوار امور ان موقعوں پر پیش آئے اور اسد اللہ الغالب نے کس بے التفاتی سے انہیں دیکھا۔ میں حلفاً کہتا ہوں کہ

مجھے انہیں اداؤں نے اور کہیں کا نہیں رکھا

ہر روز قوم ناسپاس کی طرف سے ایک دل دکھانے والی بات تحریراً و تقریراً واقع ہو جاتی ہے مگر مامور الٰہی کے قدم میں ذرا لغزش پیدا نہیں ہوتی برخلاف اس کے ہم دیکھتے ہیں۔ عام حالت انسانوں کی یہی ہے کہ ذرا سے تکدر اور خفیف سی نامرادی کے پیش آنے پر حواس میں خلل آ گیا ہے۔ کام چھوٹ گیا ہے۔ کھانے پینے میں فرق آ گیا ہے۔ ہاضمہ بگڑ گیا ہے۔ گھر میں بولتے ہیں تو بھڑ کی طرح اسے کھوو۔ اسے مار۔ غرض سب تانا بانا ادھڑ جاتا ہے۔

مکتوبات احمدیہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکتوبات اپنے مخلص احباب اور خدام کے نام جو پانچ جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں

ہر جلد کی قیمت صرف ایک روپیہ

ملنے کا پتہ

مینیجر اخبار الحکم قادیان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ملفوظات

الحکم جلد ۴ نمبر ۱۴ تقریر ۱۵ر اپریل ۱۹۰۰ء

دو انگریزوں کا قتل اور حضرت اقدس

علاقہ پشاور میں ان دنوں کسی سفاک پٹھان نے دو بے گناہ انگریزوں کو قتل کر دیا ہے۔ اس پر حضرت اقدس نے ایک مجمع میں فرمایا:-

یہ جو دو انگریزوں کو مار دیا ہے۔ یہ کیا جہاد ہے۔ ایسے نابکار لوگوں نے اسلام کو بدنام کر رکھا ہے چاہیئے تو یہ تھا کہ ان لوگوں کی ایسی خدمت کرتا۔ اور ایسے عمدہ طور پر اُن سے برتاؤ کرتا۔ کہ وہ اس کے اخلاق اور حسن سلوک کو دیکھ کر مسلمان ہو جاتے۔ مومن کا کام تو یہ ہے کہ اپنی نفسانیت کو کچل ڈالے۔ لکھا ہے کہ حضرت رضی اللہ تعالےٰ عنہ ایک کافر سے لڑے۔ حضرت علیؓ نے اُسے نیچے گرا لیا۔ اور اس کا پیٹ چاک کرنے کو تھے۔ کہ اس نے حضرت علی پہ تھوکا۔ حضرت علیؓ یہ دیکھ کر اس کے سینے سے اُتر آئے۔ وہ کافر حیران ہوا اور پوچھا کہ اے علی یہ کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میرا جنگ تیرے ساتھ خدا کے واسطے تھا۔ لیکن جب تو نے میرے منہ پر تھوکا تو میرے نفس کا بھی کچھ حصہ مل گیا۔ اسلئے میں نے تجھے چھوڑ دیا۔ حضرت علی کے اس فعل کا اس پر بہت اثر ہوا۔

میں جب کبھی ان لوگوں کی بابت ایسی خبریں سنتا ہوں۔ کو مجھے سخت رنج ہوتا ہے۔ کہ یہ لوگ قرآن مجید سے دور جا پڑے ہیں۔ اور بے گناہ انسانوں کا قتل ثواب کا موجب سمجھتے ہیں۔

گورنمنٹ انگلشیہ کے برکات

بعض مولوی مجھے اس لئے دجال کہتے ہیں۔ کہ میں انگریزوں کے ساتھ محاربہ جائز نہیں رکھتا۔ مگر مجھے سخت افسوس ہے کہ یہ لوگ مولوی کہلا کر اسلام کو بدنام کر رہے ہیں۔ کوئی اُن سے پوچھے کہ انگریزوں نے تمہارے ساتھ کیا برائی کی ہے۔ اور کیا دکھ دیا ہے۔ شرم کی بات ہے کہ وہ قوم جس کے آنے پر ہم کو ہر قسم کی راحت اور آرام ملا جس نے آ کر ہم کو سکھوں کے خونخوار پنجہ سے نجات دی اور ہمارے مذہب کی اشاعت کے لئے ہر قسم کے مواقع اور سہولتیں دیں۔ اُن کے احسان کا یہ شکر ہے کہ بیگناہ انگریزی افسروں کو قتل کر دیا جائے۔ میں تو صاف طور پر کہتا ہوں۔ کہ وہ لوگ جو خون ناحق سے نہیں ڈرتے اور محسن کے حقوق ادا نہیں کرتے وہ خدا تعالےٰ کے حضور سخت جوابدہ ہیں۔ ان مولویوں کا فرض ہونا چاہیئے کہ وہ اپنے جمہوری اتفاق سے اس مسئلہ کو اچھی طرح شائع کریں۔ اور ناواقف اور جاہل لوگوں کو فہمائش کریں کہ گورنمنٹ برطانیہ کے زیر سایہ وہ امن اور آزادی سے زندگی بسر کرتے ہیں اور اس کے عطیات سے ممنون ومنت اور مرہون احسان ہیں۔ اور یہ مبارک سلطنت نیکی اور ہدایت پھیلانے میں کامل مددگار رہے۔ پس اس کے خلاف محاربہ کے خیالات رکھنا سخت بغاوت ہے۔ اور یہ قطعی حرام ہے۔ وہ اپنے قلم وزبان سے جاہلوں کو سمجھائیں۔ اور اپنے دین کو بدنام کر کے دنیا کو ناحق ضرر نہ پہنچائیں۔ ہم تو گورنمنٹ برطانیہ کو آسمانی برکت سمجھتے ہیں۔ اور اس کی قدر کرنا فرض۔

افسوس ہے مولویوں نے خود تو اس کام کو کیا نہیں۔ اور ہم نے جب ان جاہلانہ خیالات کو دل سے مٹانا چاہا تو ہم کو دجال کہا۔ صرف اس واسطے کہ ہم محسن گورنمنٹ کے شکرگذار ہیں۔ مگر ان کی مخالفت ہمارا کیا بگاڑ سکتی تھی ہم نے بیسیوں رسالے اس مضمون کے عربی فارسی۔ اردو انگریزی میں شائع کئے اور ہزاروں اشتہار مختلف بلاد و امصار میں تقسیم کر دیئے ہیں۔ اسلئے اپنا ضروری فرض سمجھتے ہیں۔ اور اگر ہم کو اس خدمت کے بجا لانے میں تکلیف بھی ہو تو ہم پروا نہیں کرتے۔ کیونکہ خدا نے فرمایا ہے کہ احسان کی جزا احسان ہے۔ پس پوری اطاعت اور وفاداری گورنمنٹ برطانیہ کی مسلمانوں کا فرض ہے۔

الحکم جلد ۴ نمبر ۱۶ تقریر اواخر اپریل سنہ ۱۹۰۰ء

نبی کے دل میں لوگوں کی کامل درجہ کی ہمدردی ہوتی ہے

نبی کا آنا ضروری ہوتا ہے اس کے ساتھ قوت قدسی ہوتی ہے۔ اور ان کے دل میں لوگوں کی ہمدردی نفع رسانی اور عام خیرخواہی کا بیتاب کرنیوالا جوش ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت خداتعالیٰ نے فرمایا ہے لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین۔ یعنی کیا تو اپنی جان کو ہلاک کر دے گا۔ اس خیال سے وہ مومن نہیں ہوتے۔ اس کے دو پہلو ہیں ایک کافروں کی نسبت کہ وہ مسلمان کیوں نہیں ہوتے دوسرا مسلمانوں کی نسبت کہ ان میں وہ اعلےٰ درجہ کی روحانی قوت کیوں نہیں پیدا ہوتی جو آپ پاتے ہیں چونکہ ترقی تدریجاً ہوتی ہے۔ اسلئے صحابہ کی ترقیاں بھی تدریجی طور پر ہوئی تھیں۔ مگر انبیاء کے دل کی بناوٹ بالکل ہمدردی ہی ہوتی ہے۔ اور پھر ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تو جامع جمیع کمالات نبوت تھے۔ آپ میں یہ ہمدردی کمال درجہ پر تھی۔ آپ صحابہ کو دیکھ کر چاہتے تھے کہ پوری ترقیات پر پہونچیں۔ لیکن یہ عروج ایک وقت پر مقدر تھا۔ آخر صحابہ نے وہ پایا۔ جو دنیا نے کبھی نہ پایا تھا۔ اور وہ دیکھا جو کسی نے نہیں دیکھا تھا۔

سارا مدار مجاہدہ پر ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا جو لوگ ہم میں ہو کر کوشش کرتے ہیں۔ ہم اُن کے لئے اپنی تمام راہیں کھولدیتے ہیں۔ مجاہدہ کے بدوں کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نظر میں چور کو قطب بنا دیا دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور ایسی ہی باتوں نے لوگوں کو ہلاک کر دیا ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ کسی کی جھاڑ پھونک سے کوئی بزرگ بن جاتا ہے۔

جو لوگ خدا کے ساتھ جلدی کرتے ہیں وہ ہلاک ہو جاتے ہیں۔ دنیا میں ہر چیز کی ترقی تدریجی ہے۔ روحانی ترقی بھی اسی طرح ہوتی ہے۔ اور بدوں مجاہدہ کے کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اور مجاہدہ بھی وہ جو خداتعالےٰ میں ہو کر ہو یہ نہیں کہ قرآن کریم کے خلاف خود ہی بیفائدہ ریاضتیں اور مجاہدہ جوگیوں کی طرح تجویز کر بیٹھے۔ یہی کام ہے جس کے لئے خدا نے مجھے مامور کیا ہے۔ تاکہ میں دنیا کو دکھلا دوں کہ کس طرح پر انسان اللہ تعالےٰ تک پہنچ سکتا ہے۔ یہ قانون قدرت ہے۔ نہ سب محروم رہتے ہیں۔ اور نہ سب ہدایت پاتے ہیں۔

(الحکم جلد ۴ نمبر ۲۵ تاریخ تقریر شروع جولائی سنہ ۱۹۰۰ء)

ایک جامع درس

یاد رکھو ہمدردی تین قسم کی ہے اول جسمانی دوم مالی تیسری قسم کی ہمدردی دعا ہے۔ جس میں نہ صرف زر ہے اور نہ زور لگانا پڑتا ہے۔ اور اس کا فیض بہت ہی وسیع ہے کیونکہ جسمانی ہمدردی تو اس صورت میں ہی انسان کر سکتا ہے جبکہ اس میں طاقت بھی ہو۔ مثلاً ایک ناتوان مجروح مسکین اگر کہیں پڑا تڑپتا ہو۔ تو کوئی شخص جس میں خود طاقت اور توانائی نہیں ہے کب اس کو اٹھا کر مدد دے سکتا ہے۔ اسی طرح پر اگر کوئی بے کس بے بس بے سرو سامان انسان بھوک سے پریشان ہو تو جب تک مال نہ ہو اس کی ہمدردی کیونکر ہو گی۔ مگر دعا کے ساتھ ہمدردی ایک ایسی ہمدردی ہے کہ نہ اس کے واسطے کسی مال کی ضرورت ہے۔ اور نہ کسی طاقت کی حاجت۔ بلکہ جب تک انسان انسان ہے وہ دوسرے کے لئے دعا کر سکتا ہے اور اس کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ اس ہمدردی کا فیض بہت وسیع ہے۔ اور اگر اس ہمدردی سے انسان کام نہ لے تو سمجھو وہ بہت ہی بڑا بدنصیب ہے۔

میں نے کہا ہے کہ مالی جسمانی ہمدردی میں انسان مجبور ہوتا ہے مگر دعا کے ساتھ ہمدردی میں مجبور نہیں ہوتا۔ میرا تو یہ مذہب ہے کہ دعا میں دشمنوں کو بھی باہر نہ رکھے۔ جس قدر دعا وسیع ہو گی اسی قدر فائدہ دعا کرنے والے کا ہو گا۔ اور دعا میں جس قدر بخل کرے گا۔ اسی قدر اللہ تعالےٰ کے قرب سے دور ہوتا جائیگا۔ اور اصل تو یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کے عطیہ کو جو بہت ہی وسیع ہے جو شخص محدود کرتا ہے اس کا ایمان بھی کمزور ہے۔

دوسروں کے لئے دعا کرنے میں ایک عظیم الشان فائدہ یہ بھی ہے کہ عمر دراز ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف میں یہ وعدہ کیا ہے کہ جو لوگ دوسروں کو نفع پہنچاتے ہیں اور مفید وجود ہوتے ہیں۔ ان کی عمر دراز ہوتی ہے جیسے کہ فرمایا اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض اور دوسری قسم کی ہمدردیاں چونکہ محدود ہیں۔ اس لئے خصوصیت کے ساتھ جو خیر جاری قرار دی جا سکتی ہے۔ وہ یہی دعا کی خیر جاری ہے۔ جبکہ خیر کا نفع کثرت سے تو اس آیت کا فائدہ ہم سے زیادہ دعا کے ساتھ اُٹھا سکتے ہیں۔ اور یہ بالکل سچی بات ہے کہ جو دنیا میں خیر کا موجب ہوتا ہے اس کی عمر دراز ہوتی ہے۔ اور جو

شر کا موجب ہوتا ہے وہ جلدی اٹھا لیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ شیر سنگھ چڑیوں کو زندہ پکڑ کر آگ پر رکھا کرتا تھا۔ وہ دو برس کے اندر ہی مارا گیا۔ پس انسان کو لازم ہے کہ وہ خیر الناس من ینفع الناس بننے کے واسطے سوچتا رہے۔ اور مطالعہ کرتا رہے۔

جس طرح طبابت میں حیلہ کام آتا ہے اسی طرح نفع رسانی اور خیر میں بھی حیلہ ہی کام دیتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ انسان ہر وقت اس تاک اور فکر میں لگا رہے کہ کس راہ سے دوسرے کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ بعض آدمیوں کی عادت ہوتی ہے کہ سائل کو دیکھ کر چڑ جاتے ہیں۔ اور اگر کچھ مولویت کی رگ ہو تو اس کو بجائے کچھ دینے کے سوال کے مسائل سمجھانے شروع کر دیتے ہیں۔ اور اپنی مولویت کا رعب بٹھا کر بعض اوقات سخت سست بھی کہہ بیٹھتے ہیں۔ افسوس کہ ان لوگوں کو عقل نہیں اور سوچنے کا مادہ نہیں رکھتے۔ جو ایک نیک دل اور سلیم الفطرت انسان کو ملتا ہے۔ اتنا نہیں سوچتے کہ سائل اگر باوجود صحت کے سوال کرتا ہے۔ تو وہ خود گناہ کرتا ہے۔ اس کو کچھ دیتے ہیں تو گناہ لازم نہیں آتا۔ بلکہ حدیث شریف میں لو اتاک راکبا کے الفاظ آئے ہیں۔ یعنی خواہ سائل سوار ہو کر بھی آوے تو بھی کچھ دے دینا چاہیئے۔ اور قرآن شریف میں واما السائل فلا تنھر کا ارشاد آیا ہے کہ سائل کو مت جھڑک اس میں یہ کوئی صراحت نہیں کی گئی کہ فلاں قسم کے سائل کو مت جھڑک۔

پس یاد رکھو کہ سائل کو مت جھڑکو۔ کیونکہ اس سے ایک قسم کی بداخلاقی کا بیج بویا جاتا ہے۔ اخلاق یہی چاہتا ہے کہ سائل پر جلدی ناراض نہ ہو۔ یہ شیطان کی خواہش ہے کہ وہ اس طریق سے تم کو نیکی سے محروم رکھے۔ اور بدی کا وارث بنادے۔ غرض ایک نیکی کرنے سے دوسری نیکی پیدا ہوتی ہے اور اسی طرح پر ایک بدی دوسری بدی کا موجب ہو جاتی ہے۔ جیسے ایک چیز دوسرے کو جذب کرتی ہے۔ اسیطرح خدا تعالیٰ نے یہ تجاذب کا مسئلہ ہر فعل میں رکھا ہوا ہے۔ پس جب سائل سے نرمی کے ساتھ پیش آئے گا۔ اور اس طرح پر اخلاقی صدقہ دے دے گا۔ تو قبض دور ہو کر دوسری نیکی بھی کرلے گا۔ اور اس کو کچھ دے بھی دیگا۔ اخلاق دوسری نیکیوں کی کلید ہے۔ جو لوگ اخلاق کی اصلاح نہیں کرتے۔ وہ رفتہ رفتہ بے خبر ہو جاتے ہیں میرا تو یہ مذہب ہے کہ دنیا میں ہر چیز کام آتی ہے۔ زہر اور نجاست بھی کام آتی ہے۔ اسٹرکنیا بھی کام آتا ہے اعصاب پر اپنا اثر دکھاتا ہے۔ مگر انسان جو اخلاق فاضلہ کو حاصل کر کے نفع رسان ہستی نہیں بنتا۔ ایسا ہو جاتا ہے کہ وہ کسی کام بھی نہیں آسکتا۔ مردار حیوان سے بدتر ہو جاتا ہے کیونکہ اس کی کھال اور ہڈیاں بھی کام آجاتی ہیں۔ اس کی تو کھال بھی کام نہیں آتی۔ اور یہی وہ مقام ہوتا ہے جہاں انسان بل ھم اضل کا مصداق ہو جاتا ہے۔ پس یاد رکھو کہ اخلاق کی درستی بہت ضروری چیز ہے کیونکہ نیکیوں کی ماں اخلاق ہی ہے۔

غرض پہلا درجہ جہاں سے انسان قوت پاتا ہے اخلاق ہے۔ دو لفظ ہیں ایک خَلق دوسرا خُلق۔ خَلق ظاہری پیدائش کا نام ہے اور خُلق باطنی پیدائش کا۔ جیسے ظاہر میں کوئی خوبصورت ہوتا ہے۔ اور کوئی بہت ہی بدصورت اسی طرح پر کوئی اندرونی پیدائش میں نہایت حسین اور دلربا ہوتا ہے اور کوئی اندر سے مجذوم اور مبروص کی طرح مکروہ۔ لیکن ظاہری صورت چونکہ نظر آتی ہے۔ اس لئے ہر شخص دیکھتے ہی پہچان لیتا ہے۔ اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔ اور نہیں چاہتا کہ بدصورت اور بدوضع ہو۔ مگر چونکہ اس کو دیکھتا ہے۔ اسلئے اس کو پسند کرتا ہے اور خُلق کو چونکہ دیکھا نہیں۔ اسلئے اس کی خوبی سے ناآشنا ہو کر اس کو نہیں چاہتا۔ ایک اندھے کے لئے خوبصورتی اور بدصورتی دونوں ایک ہی ہیں۔ اسیطرح ہر وہ انسان جس کی نظر اندرونہ تک نہیں پہنچی اُس اندھے کی ہی مانند ہے۔

خَلق تو ایک بدیہی بات ہے مگر خُلق ایک نظری مسئلہ ہے اگر اخلاقی بدیاں اور ان کی لعنت معلوم ہو تو حقیقت کھلے۔

غرض اخلاقی خوبصورتی ایک ایسی خوبصورتی ہے جس کو حقیقی خوبصورتی کہنا چاہیئے۔ بہت تھوڑے ہیں جو اس کو پہچانتے ہیں۔ اخلاق نیکیوں کی کلید ہے جیسے باغ کے دروازے پر داخل ہو۔ دور سے پھل پھول نظر آتے ہیں۔ مگر اندر نہیں جاسکتے۔ لیکن اگر قفل کھول دیا جاوے تو اندر جا کر پوری حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ اور دل و دماغ میں ایک سرور اور تازگی آتی ہے۔ اخلاق کا حاصل کرنا گویا اس قفل کو کھول کے اندر داخل ہوتا ہے

کسی کو اخلاق کی کوئی قوت نہیں دی گئی۔ مگر اس کو بہت سی نیکیوں کی توفیق ملی ہو۔ یہ امر قوت طلب ہے

ترک اخلاق ہی بدی اور گناہ ہے۔ ایک شخص جو مثلاً زنا کرتا ہے اُس کو خبر نہیں کہ اس عورت کے خاوند کو کس قدر صدمہ عظیم پہنچتا ہے۔ اب اگر یہ اس تکلیف اور صدمہ کو محسوس کر سکتا۔ اور اسکو اخلاقی حسنہ حاصل ہوتا تو ایسے فعل شنیع کا مرتکب نہ ہوتا۔ اگر ایسے نابکار انسان کو یہ معلوم ہو جاتا کہ اس فعل بد کے ارتکاب سے نوع انسان کے لئے کیسے کیسے خطرناک نتائج پیدا ہوتے ہیں تو ہٹ جاتا۔ ایک شخص جو چوری کرتا ہے کمبخت ظالم اتنا بھی تو نہیں کرتا کہ رات کے کھانے کے واسطے چھوڑ جائے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ ایک غریب کی کئی سالوں کی محنت کو ملیا میٹ کر دیتا ہے۔ اور جو کچھ گھر میں پاتا ہے سب کا سب لے جاتا ہے۔ ایسی قبیح بدی کی اصل جڑ کیا ہے؟ اخلاقی قوت کا نہ ہونا۔ اگر رحم ہوتا اور یہ سمجھ سکتا کہ بچے بھوک سے بلبلائیں گے۔ جن کی چیخوں سے دشمن کا بھی کلیجہ لرزتا ہے اور یہ معلوم کرتے کہ رات سے بھوکے ہیں۔ اور کھانے کو ایک سوکھا ٹکڑا بھی نہیں ملا تو پتہ پانی ہو جاتا ہے اب اگر ان حالتوں کو محسوس کرتا اور اخلاقی حالت سے اندھا نہ ہوتا تو کیوں چوری کرتا۔ آئے دن اخبارات میں ایسے ہولناک موتوں کی خبریں پڑھنے میں آتی ہیں کہ فلاں بچہ زیور کے لالچ سے مارا گیا۔ فلاں جگہ کسی عورت کو قتل کر ڈالا۔ میں خود ایک مرتبہ اسیسر ہو گیا تھا۔ ایک شخص نے ۱۲ر یا عہ میں ایک بچہ کا خون کیا تھا۔ اب سوچ کر دیکھو۔ اگر اخلاقی حالت درست ہو تو ایسی مصیبتیں کیوں آئیں؟ ممکن ہے اپنے جیسے انسان پر مصیبت آئے اور یہ محسوس نہ کرے اولٰئک کالانعام۔ چارپایوں کی طرح کھاتے ہیں۔ اس کے کئی پہلو ہیں۔

اول۔ چارپایہ کیفیت اور کمیت میں فرق نہیں کرسکتا۔ اور جو کچھ آگے آتا ہے اور جس قدر آتا ہے کھاتا ہے جیسے کتا اسقدر کھاتا ہے کہ آخر قے کرتا ہے۔

دوسرا یہ کہ الانعام حلال اور حرام میں تمیز نہیں رکھتے کہ یہ ہمسایہ کا کھیت ہے اس میں نہ جاؤں سا ایسا ہی ہر ایک امر میں جو کھانے کی کمیت کے متعلق ہو تمیز نہیں کرتا۔ کتے کو پاکی ناپاکی کے متعلق اور اندازہ کے متعلق کوئی لحاظ نہیں اور پھر چارپایہ کو اعتدال نہیں۔

یہ لوگ جو اخلاقی اصولوں کو توڑتے ہیں اور پرواہ نہیں کرتے کہ گویا انسان نہیں۔ پاک پلید کا تو یہ حال تھا کہ عرب میں مردے کتے کھا لیتے تھے۔ اب تک اکثر ممالک میں یہ حال ہے کہ چوہوں۔ کتوں اور بلیوں کو بڑے لذیذ کھانے سمجھ کر کھایا جاتا ہے۔ چوڑھے چمار مردار خوار قومیں یہاں بھی موجود ہیں۔

پھر یتیموں کا مال کھانے میں کوئی تردد و تامل نہیں۔ جیسے نیم کا گھاس گائے کے سامنے رکھ دیا جاوے۔ بلا تردد کھائے گی۔ ایسا ہی ان لوگوں کا حال ہے۔ یہی معنے ہیں والنار مثوی لھم ان کا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔ غرض یاد رکھو کہ دو پہلو ہیں۔ ایک عظمت الٰہی کا جو اس کے خلاف ہے وہ بھی اخلاق کے خلاف ہے اور دوسرا شفقت علیٰ خلق اللہ کا پس جو نوع انسان کے خلاف ہے۔ وہ بھی اخلاق کے برخلاف ہے۔ آہ بہت تھوڑے لوگ ہیں جو ان باتوں پر جو انسان کی زندگی کا اصل مقصد اور غرض ہیں غور کرتے ہیں۔

بڑے بڑے صوفیوں سجادہ نشینوں نے اپنا کمال اس میں سمجھ رکھا ہے کہ بڑے لمبے چوڑے وظائف اور اذکار خود ہی تجویز کر لئے ہیں۔ اور ان میں پڑ کر اصل کو بھی کھو بیٹھے ہیں۔ پھر بڑے سے بڑا کام یہ کرلیا کہ چلہ کرتے ہیں۔ کچھ جو ساتھ لے جاتے ہیں ایک آدمی مقرر کر لیتے ہیں۔ جو ہر روز دودھ یا اور کوئی چیز پہنچا آتا ہے۔ ایک تنگ و تاریک گندی سی کوٹھڑی یا غار ہوتی ہے اور اس میں پڑے رہتے ہیں۔ خدا جانے وہ اس میں کس طرح رہتے ہیں۔ پھر بڑی بڑی حالتوں میں باہر نکلتے ہیں۔ یہ اسلام رہ گیا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان چلہ کشیوں سے اسلام اور مسلمانوں اور عام لوگوں کو کیا فائدہ پہنچتا ہے۔ اور اس سے اخلاق میں کیا ترقی ہوتی ہے

سب عزتوں سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت ہے۔ جس کا کل اسلامی دنیا پر اثر ہے۔ آپ ہی کی غیرت نے پھر دنیا کو زندہ کیا۔ عرب جس میں زنا شراب اور جنگ جوئی کے سوا کچھ رہا ہی نہ تھا اور حقوق العباد کا خون ہو چکا تھا۔ ہمدردی اور خیر خواہی نوع انسان کا نام و نشان تک مٹ چکا تھا۔ اور نہ صرف حقوق العباد ہی تباہ ہو چکے تھے۔ بلکہ حقوق اللہ پر اس سے زیادہ تاریکی چھا گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی صفات پتھروں۔ بوٹیوں اور ستاروں کو دیگئی تھی قسم قسم کا شرک پھیلا ہوا تھا۔ عاجز انسان اور انسان کی شرمگاہوں تک کی پوجا دنیا میں ہو رہی تھی۔ ایسی حالت مکروہ کا نقشہ ایک ذرا دیر کے لئے ایک سلیم الفطرت انسان کے سامنے آجاوے تو وہ ایک خطرناک ظلم اور ظلم و جور کے بھیانک اور خوفناک نظارے کو دیکھے گا۔

(باقی آئندہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ

حضرت مولوی عبدالسلام صاحب کاٹھگڑھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(مولوی عبدالسلام صاحب کے بیٹے کے قلم سے)

نمبر اول

آپکی جائے پیدائش اور بچپن !

ہمارے دادا صاحب، چودھری محمد حسین خان صاحب پشاور میں ملازم تھے۔ جناب والد صاحب مرحوم بھی وہاں ہی پیدا ہوئے۔ اور بچپن کا زمانہ بھی وہیں گذارا۔ اس لئے آپ کی مادری زبان پشتو ہی کہی جاسکتی ہے جناب دادا صاحب بیان کیا کرتے تھے۔ آپ بچپن میں بچوں وغیرہ میں کم کھیلا کرتے تھے۔ آپ وہاں کچھ عرصہ تعلیم بھی پاتے رہے۔ آپ کو نماز کا بچپن سے ہی شوق تھا۔ اسوقت ہمارے دادا صاحب اہلحدیث تھے۔ جسوقت آپ لاہور میں تعلیم پا رہے تھے غالباً ۱۹۰۳ء تھا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لاہور تشریف لے گئے اور آپ بھی حضرت صاحب کو دیکھنے کے لئے گئے۔ سلسلے کی کتابوں وغیرہ کا مطالعہ پہلے بھی کرتے رہتے تھے۔ آپنے حضور سے ملاقات کی اور کچھ دنوں کے بعد قادیان پہنچ کر بیعت کرلی۔

چونکہ ہمارے دادا صاحب ابھی غیر احمدی تھے۔ اور ریٹائر ہوکر گھر کاٹھ گڑھ آگئے تھے۔ آپ نے جسوقت سنا کر جناب والد صاحب نے بیعت کرلی ہے تو آپ سخت ناراض ہوئے۔ اور خرچ بند کرنے کی دھمکیاں دیں۔ اور کچھ عرصہ کے بعد خرچ بند کردیا۔ جناب والد صاحب اس سال انٹرنس میں شامل ہونے والے تھے۔ آپ تعلیم کو بند کرکے قادیان آگئے اور کتب مسیح موعود اور احادیث وغیرہ کا مطالعہ شروع کردیا۔ اور جب کاٹھ گڑھ جایا کرتے تو لوگوں کو تبلیغ حق پہنچاتے۔ چنانچہ آپ کی تبلیغ سے سید محمد علی شاہ جو وہاں ہماری مسجد کے امام تھے (اب بیت المال میں محصل ہیں) سلسلہ میں داخل ہوگئے۔ اور پھر آہستہ آہستہ دو چار سال میں ہمارا تمام خاندان احمدی ہوگیا۔ اور ہمارے دادا صاحب نے بھی بیعت کرلی

ان دنوں کاٹھ گڑھ سے نواشہر تک سترہ میل پیدل چلنا پڑتا تھا۔ کوئی سواری نہ تھی۔ اور نواشہر سے پھگواڑہ تک اٹھائیس میل تانگہ میں سفر کرنا پڑتا تھا۔ آپ کاٹھ گڑھ سے قادیان تک (جو پیدل کا راستہ قریباً ایک سو میل ہے) اکثر پیدل ہی سفر کیا کرتے تھے۔ آپ کے ساتھ گاؤں کے اور بھی دوست ہوتے تھے۔ اور بعض وقت اکیلے ہی ہوتے تھے۔ آپ قادیان میں کافی عرصہ ٹھہرے اور عربی اور احادیث پڑھتے رہے۔ بعد میں آپنے بورڈنگ تعلیم الاسلام ہائی سکول میں بطور کلرک کے کام کیا۔ اور مختلف صیغوں میں کام کرتے رہے۔ لیکن اسی عرصہ میں جب بھی کاٹھ گڑھ جاتے تو جماعت کی تربیت میں مشغول رہتے۔ آپ سٹور میں بھی کام کرتے رہے۔ دفتر ترقی اسلام میں جو کہ اب تعلیم و تربیت کا دفتر ہے۔ آپ احمدیہ سکولوں کے انسپکٹر تھے۔ اس عرصہ میں آپنے کئی سکولوں کے کھولنے کی خاص کوشش کی۔ مثلاً نیرو چیچی کا سکول آپ کی کوشش سے کھلا۔ پرائمری سکول ننگہ ضلع جالندھر۔ پرائمری سکول کریام۔ کریم پورہ۔ اور پرائمری سکولز زنانہ و مردانہ کاٹھ گڑھ اور بھی علاقے میں بہت سے سکول کھولے جن کا مجھے پختہ علم نہیں ہے۔ آپ کو تعلیم کا بہت شوق تھا۔ آپ کا دلی منشاء تھا کہ جماعت کے تمام افراد تعلیم حاصل کرلیں۔ اور ہر وقت کوشاں رہتے تھے۔ قادیان سے ملازمت چھوڑ کر نواشہر ضلع جالندھر۔ بطور عربک ٹیچر کے کام کرتے رہے۔ آپنے وہاں تین سال کام کیا۔ وہاں کا سنسکرت ہندی کا جو ٹیچر تھا۔ آپ اسکو عربی پڑھا دیا کرتے اور اس سے ہندی پڑھتے رہے۔ اور گورمکھی کے ٹیچر سے گورمکھی پڑھتے رہے آپنے اس عرصہ میں گورمکھی اور ہندی اچھی طرح سیکھ لی۔ اور کچھ سنسکرت بھی پڑھ لی۔ جب کبھی چھٹی ہوتی تو آپ اردگرد کی جماعتوں مثلاً۔ کریام۔ کریم پور۔ راہوں۔ بنیام۔ ننگڑوعہ۔ بنگہ۔ سمر دعہ۔ ماہل پور۔ گڑھ شنکر۔ سرشبیت پور۔ پھگلانہ۔ اہرانہ۔ تمام جماعتوں میں دورہ کرتے۔ اور جماعت کی تربیت کرتے۔ اور سال میں اپنے ضلع کی ہر ایک جماعت میں دو تین دفعہ ضرور پہونچتے۔

نکاح بیوگان

آپ نکاح بیوگان کے لئے بہت کوشش کرتے تھے۔ اور قادیان سے مبلغ منگوا کر جلسے کراتے۔ بیوگان کے وارثوں کو خطوط لکھتے رہتے۔ اور اُن کو سمجھاتے رہے۔ آپ کی تحریک سے کئی بیوگان کے نکاح بھی ہوئے۔

چھت مکان

ہمارے راجپوتوں میں یہ رواج ہے کہ جس گاؤں سے لڑکیاں لیتے ہیں۔ اُن کو اپنی لڑکیاں نہیں دیتے۔ جس گاؤں سے لڑکیاں لیں اس کو مکان کہتے ہیں اور جس کو لڑکیاں دیں اس کو چھت کہتے ہیں۔ آپ ہر وقت کوشاں رہتے تھے کہ اس رواج کو توڑ دیا جاوے۔ برادری کے تمام بھائی یکساں ہیں ایک دوسرے کو نفرت کی نگاہ سے نہیں دیکھنا چاہیے ہمارے علاقہ میں سمر دعہ۔ گڑھ شنکر۔ راہوں کے راجپوت اپنی لڑکیوں کا رشتہ کاٹھ گڑھ نہیں دیتے اور کاٹھ گڑھ سے لیتے ہیں۔ احمدیوں میں بھی یہ بات پائی جاتی ہے آپنے اشتہاروں کے ذریعہ سے بھی اعلان کیا کہ ہمیں اپنے بھائیوں کو نفرت کی نگاہ سے نہیں دیکھنا چاہیئے۔ اگر سمر دعہ۔ گڑھ شنکر۔ راہوں والے ہمیں لڑکیاں نہیں دیتے تو ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی لڑکیوں کا رشتہ اُن کو بھی نہ دیں۔ ہم اُن کو لڑکیوں کا رشتہ دیں جو ہمیں بھی دیں۔ آپ یہ مساوات قائم کرنا چاہتے تھے۔ جس میں آپ ایک حد تک کامیاب ہوگئے۔ لیکن عام رواج نہیں ہوا۔ جو کاٹھ گڑھ کے دوست آپکی منشاء کے خلاف سمر دعہ وغیرہ میں رشتہ کردیتا تو آپ اس کی شادی میں شامل نہ ہوتے حتیٰ کہ آپنے اپنے نزدیکی رشتہ داروں کی لڑکیوں کی شادیوں میں شامل نہیں ہوئے لیکن اب لوگ کچھ کچھ خیال کرتے ہیں۔

جلسوں کا شوق

ہر قسم کے جلسہ میں شمولیت اختیار کرتے۔ خواہ کسی مذہب کا ہو۔ آپ کی کوشش یہی رہتی تھی کہ قادیان سے اچھے اچھے مبلغ کاٹھ گڑھ لے جائیں۔ اور وہاں جلسے کرائیں چنانچہ حافظ روشن علی صاحبؓ۔ میر قاسم علی صاحب۔ شیخ محمد یوسف ایڈیٹر نور۔ مولوی عبدالرحیم صاحب نیر کو ان دنوں میں جبکہ پھگواڑہ تک ریل نہ ہوتی تھی اور وہاں سے ۲۸ میل کاٹھ گڑھ تک تانگوں اور بیل گاڑی میں سفر کرنا پڑتا تھا۔ وہاں لیجا کر جلسہ کرایا۔ آپنے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے بھی درخواست کی کہ ہمارے گاؤں میں تشریف لے چلیں ابھی آپ تخت خلافت پر نہ بیٹھے تھے۔ چنانچہ حضور معہ میر محمد اسحاق صاحب مالیر کوٹلہ سے ہوتے ہوئے جنوری ۱۹۱۴ء کو کاٹھ گڑھ تشریف لے گئے۔ اسوقت ہمارے دادا صاحب نے ایک نیا پختہ دو منزلہ مکان تعمیر کیا تھا۔ جناب والد صاحب کا منشاء تھا کہ خاندان نبوت میں سے اس کا افتتاح ہو۔ چنانچہ حضرت صاحب نے اس مکان کا افتتاح کیا۔ اسی روز جناب والد صاحب نے اس مکان پر تاریخ لکھدی جو اب تک قائم ہے۔ آپ کو مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ ہر وقت ہاتھ میں کوئی نہ کوئی کتاب رکھتے۔ اور سلسلے کی بہت کتابیں آپنے خرید لیں۔ اور چونکہ آپنے گورمکھی۔ ہندی اور سنسکرت کی تعلیم بھی پرائیویٹ طور پر حاصل کی تھی۔ آپنے سکھوں کی کتابیں گرو گرنتھ صاحب جو بابا نانک جنم ساکھی جپ جی صاحب اور بہت سے سکھوں کی کتابیں خرید لیں۔ اور اُن کو قیمتی کپڑوں میں سکھوں کی طرح لپیٹ کر رکھا اور ایک چوری بھی بنالی۔ اور اسی طرح چولہ بابا نانک کو بھی کپڑوں میں لپیٹ کر رکھا۔ اور جب کبھی آپ سکھ مذہب کے متعلق کسی جلسہ میں لیکچر دیتے تو چوری ساتھ لے جاتے۔ اور سکھوں کی طرح گرنتھ وغیرہ کو عزت کے ساتھ رکھتے اور ایک لمبا سا جبہ پہن لیتے جس کا رنگ فقیرانہ بھگوا ہوتا۔ اور پاؤں میں کھڑاویں پہن لیتے۔ اور جلسہ گاہ میں جنم ساکھی اور گورو گرنتھ صاحب پر چوری جھولتے رہتے۔ آپ نے اپنی تمام عمر میں کبھی داڑھی کی کاٹ چھانٹ نہیں کرائی۔ اس لئے شکل سے بھی اور لباس سے بھی آپ سکھ معلوم ہوتے تھے۔ اسی طرح ہندو مذہب کی تمام کتابیں چاروں وید رامائن وغیرہ خرید لیں۔ عیسائیوں کی انجیلیں۔ انگریزی کی بائیبل چونکہ آپنے میٹرک تک تعلیم پائی تھی۔ اسلئے انگریزی میں بھی کافی مہارت تھی۔ آپ انگریزی میں گفتگو بھی کرلیتے تھے۔

عیسائیوں کے ساتھ بھی مباحثہ کرتے رہتے تھے۔ گاؤں میں پٹھان کپڑا اور ہینگ بیچتے پھرتے ہیں۔ آپ ان کو پشتو میں تبلیغ کیا کرتے۔ آپ کی پشتو مادری زبان ہونیکی وجہ سے کافی مہارت بھی تھی۔ قادیان میں بھی پٹھانوں کے ساتھ پشتو میں اچھی طرح گفتگو کیا کرتے تھے۔ جب کبھی قادیان کی طرف سے کوئی حکم پہنچتا آپ فوراً قادیان پہنچ جاتے اور جس کام کے لئے آپ کو بلایا جاتا۔ آپ اس کو سرانجام دیتے آپنے ۱۹۱۷ء اور ۱۹۱۹ء میں سنسکرت کی تعلیم قادیان میں حاصل کی۔ یہاں تعلیم الاسلام ہائی سکول میں ایک پنڈت سنسکرت پڑھایا کرتا تھا۔ آپ بھی اس سے سنسکرت پڑھتے اور سارا دن سنسکرت کا سبق یاد کرتے۔ صبح ہی کھارے کی طرف سبق یاد کرنے کے لئے چلے جایا کرتے تھے اور شام کو واپس آیا کرتے تھے۔ آپ کو مرکز کی طرف سے کچھ وظیفہ بھی ملتا تھا۔ آپ اُردو فارسی عربی پشتو۔ گورمکھی۔ ہندی۔ سنسکرت اور انگریزی میں اچھی طرح گفتگو کرسکتے تھے۔ لکھ پڑھ بھی سکتے تھے۔ ۱۹۲۱ء میں آپ اس سنسکرت کی تعلیم سے فارغ ہو کر کاٹھ گڑھ چلے گئے۔ اور ۱۹۳۱ء تک باقی عرصہ وہیں گزارا۔ اب آپنے سکولوں کو ترقی دینی شروع کی۔ پہلے مڈل سکول لوئر مڈل کے درجے تک تھا۔ آپنے اپر مڈل بھی کھول دیا

سکول کی عمارت

چونکہ مکان کرائے کا تھا اور ضرورت کے مطابق نہیں تھا۔ اسلئے آپنے بلڈنگ بنانی شروع کی۔ پہلے دو کمرے کچی اینٹوں کے اپنی جگہ میں اور ایک برامدہ بنایا۔ چونکہ ہمارے گاؤں کے نزدیک ایک چوہے (ندی) جس میں برسات کے دنوں میں جب بارش ہوتی ہے۔ پانی بہت آجاتا ہے۔ اور پہاڑ بھی دو میل کے فاصلہ پر نزدیک ہی ہے اور دریائے ستلج بھی دو میل کے فاصلہ پر ہے۔ پہاڑ کوہ شوالک شرقاً اور دریائے ستلج غرباً واقع ہے۔ جہاں ہمارے سکول کی عمارت بالکل ندی کے نزدیک ہے برسات کے دنوں میں ندی میں زیادہ پانی آنے کی وجہ سے عمارت میں پانی آگیا اور عمارت گرگئی۔ آپ نے استقلال سے کام لیا۔ اور دوبارہ سکول کی عمارت پختگی کے ساتھ بنانی شروع کردی۔ پہلے بنیادوں کو مضبوط کیا۔ سطح زمین سے پانچ فٹ مکان کی کرسی کو اونچا رکھا۔ اور بھرت ڈلوایا پہلے دو کمرے تعمیر کرائے۔ لیکن یہ سارا خرچ اپنی گرہ سے کیا۔ کسی سے عمارت کے لئے چندہ وصول نہ کیا۔ آپ بے سروسامانی کی حالت میں کام شروع کردیا کرتے تھے۔ آپ کے پاس بالکل ایک پیسہ نہیں ہوتا تھا۔ لیکن عمارت کا کام شروع کردیتے تھے۔ لوگ حیران ہوتے تھے کہ آپ بغیر روپے کے کس طرح کام چلا لیتے ہیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ انسان میں ہمت اور استقلال چاہیئے۔ خدا خود کام بنا دیتا ہے۔ آپ نے پہلے دو کمرے تعمیر کرائے۔ اور دو کمروں کی بنیادیں ڈالدیں چونکہ ابھی راج۔ مزدور۔ ترکھان اور اینٹوں کے پیسے آپ کے ذمہ تھے۔ آپ نے ایک سال میں تھوڑے تھوڑے کرکے ادا کردیئے۔ اور پھر دو کمروں کا کام پھر شروع کردیا ان کمروں کی کرسی سطح زمین سے پانچ فٹ اونچی رکھی ان دو کمروں پر بھی کسی سے چندہ لے کر خرچ نہیں کیا۔

بعض دفعہ روپیہ کی قلت کی وجہ سے ادھورا کام رہ جاتا دیواریں اور چھت تک پہنچ کر کئی کئی مہینے پڑی رہتیں۔ جب یہ مکان مکمل ہوگئے۔ آپکے ذمہ کافی خرچ ہوگیا۔ معمار مزدور ترکھان اور اینٹوں والے آپ کو رات دن تنگ کرتے۔ کہ ہماری مزدوری دو۔ لیکن آپ معذرت کیا کرتے۔ بعض دفعہ تھوڑی تھوڑی مزدوری ان کو دے دیتے۔ اور باقی پھر دینے کا وعدہ فرمایا کرتے۔ چونکہ آپ اکیلے ہی اس کام کو کرتے تھے۔ اسلئے آپ کو بڑی دقت پیش آتی تھی کبھی آپ لکڑی خریدنے جاتے۔ اور کبھی راج مزدوروں سے کام کراتے علاوہ اسکے آپ مڈل سکول میں پڑھاتے تھے۔ اور صبح دوائی خانہ لوگوں کو دوائی بھی دیا کرتے۔ اور اردگرد گاؤں میں فراہمی طلبا کی کوشش بھی کیا کرتے تھے۔ اور علاقے کے افسروں کو بھی ملا کرتے تھے۔

جب چار کمرے سکول کے تعمیر ہوگئے تو ان کے سامنے ایک برامدہ بھی بنا دیا۔ مڈل کی چار جماعتوں کے لئے کافی ہوگئے۔ پرائمری سکول کی عمارت ہمارے دادا صاحب نے بنائی تھی۔ عمارت پہلے سے ہی بنی ہوئی تھی اس میں سکول کھول دیا گیا تھا۔ ابھی پرائمری کا حصہ وہاں ہی رہا اور مڈل کا حصہ اس عمارت میں آگیا۔ زنانہ سکول کی عمارت بھی پہلے سے بنی ہوئی تھی۔ ہمارے دادا صاحب نے ہی بنائی تھی۔

اب آپ کو بڑی دقت پیش آئی۔ روپیہ پاس نہیں تھا۔ بہت مقروض ہوگئے آپنے سکول کے دو کمرے رہن باقبضہ کردیئے اور ان سے ہی دو روپیہ ماہوار کرایہ پر لے لئے اور آہستہ آہستہ بعد میں روپے ادا کردیئے اور کمرے فک کرالیئے۔

کچھ عرصہ کے بعد آپنے چار کمروں کی بنیادیں اور ڈالدیں۔ ایک دفتر سکول، دوائی خانہ۔ لیکن دو کمرے سٹور کے۔ دو سال کے عرصہ میں یہ کام بھی پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا۔ چونکہ دور دور کے گاؤں کے لڑکے وہاں ٹھہر جاتے تھے۔ ان کو بڑی تکلیف ہوتی تھی۔ اسلئے بورڈنگ کی ضرورت محسوس ہوئی آپ نے ایک ہال کمرہ بنا دیا۔ جس میں بورڈر آسانی سے رہ سکیں۔

عمارت پرائمری سکول

پرائمری سکول چونکہ دوسری جگہ تھا آپ نے سوچا کہ سکول کے دو جگہ ہونے سے نگرانی اچھی طرح نہیں ہوسکتی۔ اسلئے پرائمری سکول بھی مڈل سکول کے ساتھ ہی چاہیئے۔ پرائمری سکول کے دو کمروں کی بنیادیں ڈالدیں۔ جو کمرہ آپ بنانا چاہتے۔ اس کی بنیاد ایک سال پہلے ہی رکھ دیتے اور ساتھ ہی ایک کمرہ مینول ٹریننگ (کے لئے) بھی بنایا۔ جس میں لڑکوں کو ترکھان اور برتن مٹی کے بنانے کا کام سکھایا جاتا۔ آپ کو قرضخواہ بہت تنگ کرتے۔ بعض دفعہ آپ بہت مقروض ہو جاتے۔ صرف اکیلے ہی تمام کام کرتے کوئی مددگار نہیں تھا۔ اور کوئی خدا کے سوا مشورہ دینے والا نہیں تھا۔ مکان کا نقشہ بھی خود ہی تجویز فرماتے۔ ایک دفعہ آپ کو خیال آیا کہ ہمارے سکول کی انسپکٹرس بلاچور رسٹ ہوس ( ) میں ٹھیرتی ہے۔ ہمارے پاس اس کے لئے ہر قسم کی رہائش کا سامان نہیں ہے۔ اگر اس کی ضرورت کے مطابق ہمارے پاس مکان اور ہر ایک چیز ہو۔ تو یہاں ٹھیرا کریں۔ تو ہمارے سکولوں کو بہت فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ آپ نے تین کمرے تعمیر کرادیئے۔ ایک اس کے لئے ( ) غسل کا کمرہ۔ ایک رفع حاجت کے لیئے۔ اور ایک پانی کے لیئے باقی رہائش کے لئے سکول کے کمرے کافی تھے۔ لیکن ان کمروں کو انگریزی طریقوں کے مطابق ابھی آرائش نہیں کیا تھا کہ آپکے پاؤں میں کانٹا لگنے سے آپ فوت ہوگئے۔ آپ نے سکول کی بلڈنگ کا کام ۱۹۲۲ء میں شروع کیا اور آپ کی وفات کے ساتھ ۱۹۳۱ء کو ختم کیا۔ آپنے تقریباً دس سال میں سکول کی بلڈنگ تیار کی۔ آپکو بہت بہت دقتیں پیش آئیں۔ آپ جو مکان بنانا چاہتے اُسکی بنیاد ایک سال پہلے ہی ڈال لیتے۔ چنانچہ آپ کا ارادہ سکول میں ایک بڑا گیٹ لگوانے کا تھا۔ جس کی بنیاد آپنے اپنی وفات سے ایک سال پہلے ڈالی ہوئی تھی۔ جو ابھی تک نہیں بن سکا۔ (انشاءاللہ گیٹ اس سال بنادیا جاوے گا) آپنے سکول کے تمام کمرے آجکل کے طریقہ کے مطابق ہوادار۔ کھڑکیاں۔ روشندان الماریاں کافی رکھ کر بنائے

سکول کے پانچ کمرے ہیں اس کے سامنے ایک کشادہ صحن ہے اور کمروں کے آگے برامدہ ہے۔ اور ان کمروں کے پچھلی طرف بورڈنگ کا کمرہ تین۔ دفتر سکول۔ سٹور کے دو کمرے۔ دوائی خانہ کار پنٹری ہے۔ اور صحن کے ایک طرف قضائے حاجت کا کمرہ۔ پانی کا کمرہ۔ اور نہانے کا کمرہ۔ آپنے سکول کے لئے اپنی گرہ سے ایک بینچ آہنی ستر روپے کی گجرات سے منگوائی۔ اور لائبریری کی کتابوں کے لئے تین بڑی الماریاں اور دو چھوٹی الماریاں بنوائیں۔ سکول میں بہت سی لکڑی ہمارے گھر کی لکڑی خرچ ہوئی۔ ہمارے بہت سے درخت تھے جن کو کٹوا کر استعمال میں لایا گیا۔

آپ کا ارادہ سکول کی عمارت کو بڑھانے کا تھا۔ ہماری ملکیت اس جگہ کے ساتھ ہی کافی پڑی تھی۔ آپ سکول میں خود کام کرتے تھے۔ اور کچھ روپیہ گرہ سے خرچ کرتے تھے۔ لیکن مڈل کے حصہ میں لڑکوں کی قلت تھی۔ مقابل میں آریوں کا ہائی سکول تھا۔ وہاں بہت سے لڑکے مسلمانوں کے چلے جاتے تھے۔ اور ویسے لوگوں کو تعلیم کا بھی بہت کم شوق تھا۔ لیکن آپ استقلال سے کام کو چلا رہے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ مسلمانوں کے جتنے لڑکے بھی ہمارے سکول میں دینی تعلیم حاصل کرلیں اچھا ہے آریوں کے پنجے سے چھوٹ جاویں۔

ڈسٹرکٹ بورڈ پرائمری سکول بھی قائم ہے۔ پرائمری میں لڑکوں کی اتنی قلت نہیں تھی۔ جتنی پرائمری میں تھی۔ پرائمری کے حصہ کو سرکاری گرانٹ ملتی تھی۔ لیکن مڈل کے حصہ کو کوئی گرانٹ نہیں ملتی تھی۔ اسلئے مڈل کا خرچ بھی تھا۔ کچھ فیسوں کی آمد ہو جاتی تھی۔ آپنے اڈلٹ سکول کھولا ہوا تھا جس میں بڑی عمر کے لوگ تعلیم پاتے تھے۔ جو سارا دن اپنا دنیاوی کام کرتے تھے اور رات یا بعد نماز فجر ایک گھنٹہ تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اور ایک نائٹ سکول تھا۔ جو رات کیوقت لگتا تھا۔ ان ہر دو سکولوں کو بھی گرانٹ ملتی تھی۔ کام آپ خود کرتے تھے۔ اور ایک زنانہ اڈلٹ سکول تھا جس میں جوان اور بوڑھی عورتیں رات کیوقت تعلیم حاصل کرتی تھیں سوائے مڈل سکول کے باقی تمام سکولوں کو سرکاری گرانٹ ڈسٹرکٹ بورڈ کی طرف سے ملتی تھی۔ گویا آپنے مندرجہ ذیل سکول کھولے ہوئے تھے۔ اینگلو ورنیکلر مڈل سکول۔ زنانہ پرائمری سکول۔ زنانہ اڈلٹ سکول۔ مردانہ اڈلٹ سکول پرائمری نائٹ سکول۔ چھوٹے سے گاؤں میں جس کی آبادی ۱۹۳۱ء کی مردم شماری میں ۱۷۸۸ تھی یعنی پوری دو ہزار بھی نہیں ہے آپ چلا رہے تھے۔ اور ہر وقت کوشاں رہتے تھے کہ ان کی ترقی ہو۔

(باقی آئندہ)

ایک دلچسپ خط و کتابت

حضرت میر مردان علیؓ اور حضرت مولٰنا ابوالحمید آزاد

ذیل میں حضرت میر مردان علی صاحب رضی اللہ عنہ اور حضرت مولانا مولوی محمد ابوالحمید آزاد امیر جماعت احمدیہ حیدرآباد دکن کی ایک دلچسپ خط و کتابت شائع کر رہا ہوں۔ تاکہ وہ محفوظ ہو جاوے۔ قریباً نصف صدی گذرنے کو آرہی ہے۔ جب یہ مراسلت ان واجب الاحترام دوستوں میں ہوئی تھی۔ حضرت میر مردان علی صاحب احمدی ہو چکے تھے۔ لیکن حضرت مولانا محمد ابوالحمید صاحب نے ابھی بیعت نہ کی تھی۔ مراسلت کو پڑھنے سے میر صاحب کے جوش تبلیغ کا پتہ لگتا ہے۔ اور حضرت مولانا کی حق پسندی اور حق پسند روح کی آواز سنائی دیتی ہے۔ حضرت میر مردان علی صاحب رضی اللہ عنہ کو حضرت اقدس کے ساتھ بے انتہا محبت تھی۔ ان کی زندگی کے حالات انشاء اللہ العزیز الحکم میں شائع کئے جائیں۔ ان کی خدمات اور مالی قربانیاں اپنی نظیر آپ ہیں۔ وہ حضرت کے عشق میں یہاں تک فدا تھے کہ انھوں نے اپنی عمر کے دس سال حضرت کی عمر میں اضافہ کرنے کی دعا کی تھی۔ بہرحال یہ خط و کتابت ایک دلچسپ اور تاریخی چیز ہے۔ اور میں اسے محفوظ کر دینے کی خوشی محسوس کرتا ہوں۔ والحمد للہ علی ذالک (عرفانی)

حضرت میر مردان علی صاحب کا مکتوب

مخدوم و مکرم جناب مولوی محمد ابوالحمید صاحب آزاد وکیل درجہ اول دام عنایتکم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

حضرت اقدس جناب مرزا صاحب کے معاملہ میں وقتاً فوقتاً آپ سے گفتگو ہوئی ہے۔ اور اگرچہ ابتداء سے آپ نے کبھی اس قسم کی مخالفت نہیں کی۔ جیسی کہ بعض جہل مرکب کے گرفتار کیا کرتے ہیں۔ اور یہ ایک اللہ تعالیٰ کا بہت ہی بڑا فضل تھا جو آپکے شامل حال رہا ہے۔ مگر یہ بھی مجھ کو معلوم تھا کہ آپ کی تسلی کامل طور سے نہیں ہوئی ہے۔ جس کے لئے آپ کی طرف سے برابر کوشش جاری ہے۔ اور بلاشبہ آپ بدل اس بات کے خواہاں ہیں۔ کہ آپ اس معاملہ میں بجائے خود کوئی فیصلہ کریں اور میں بغیر کسی تامل کے اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ آپنے سعید و عاقل انسانوں کی طرح اس طرف توجہ کی ہے۔ چونکہ اس عرصہ میں حضرت اقدس کی تصنیفات کا اکثر حصہ آپکے مطالعہ سے گزر گیا ہے۔ اور ہمارے اخی معظم و مکرم جناب مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب کے رسالے بھی آپ نے دیکھے ہیں۔ اور نیز محمد حسین بٹالوی اور محمد بشیر کے مباحثوں کو بھی آپ نے اچھی طرح دیکھ لیا۔ سمجھ لیا ہے۔ اسلیئے اب میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ حضرت اقدس کے دعاوی اور ان کے دلائل اور ان مولویوں کی مخالفت اور آپ کی تعلیم و ہدایت اور اس کی ضرورت ان جملہ کامل و کافی غور کرنے کے بعد آپ کو کیا معلوم ہوا۔ اور آپنے کیا سمجھا اور کیا فیصلہ کیا۔ براہ عنایت بذریعہ تحریر مجھ کو مطلع فرمایئے۔ اپنے جواب کے ساتھ میرے اس نیاز نامہ کی نقل بھی بھیج دیجیئے۔ کیونکہ بنظر عجلت میں نے نقل نہیں رکھی اور اسوقت کچہری سے یہ خط آپکے نام لکھا ہے۔ میں آپ پر صاف طور سے ظاہر کر دیتا ہوں کہ آپ کی تحریر میں اپنے ایک خط میں جو عنقریب طبع ہو کر شائع ہوگا۔ درج کر دوں گا۔ تاکہ دوسرے ذی عقل و حق جو اصحاب جو ہنوز اس معاملہ میں بحث کر رہے ہیں آپکی تحریر سے کچھ فائدہ اٹھاویں۔ فقط

مرقوم ۱۴ر شہریور ۱۳۰۴ فصلی

حضرت مولٰنا محمد ابوالحمید صاحب کا جواب

جناب مکرم و معظم السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

آپ کا محبت نامہ مورخہ ۱۴ر شہریور ۱۳۰۴ فصلی کو مجھ کو پہنچا۔ عدیم الفرصتی کی وجہ سے جواب میں دیر ہوئی اسکی معافی چاہتا ہوں۔

آپ نے اس خط میں حضرت اقدس جناب مرزا صاحب زاد فیضہٗ کے دعاوی کی نسبت میری رائے طلب فرمائی ہے۔ مکرمی! آپ خوب جانتے ہیں کہ نیاز مند جلد باز لوگوں میں سے نہیں ہے۔ آپ سے مجھ سے ایسے زمانہ سے ملاقات ہے کہ جب ان امور کا وہم و گمان بھی ہمکو آپ کو نہ تھا۔ آپ نے اکثر کسی بات کو سن کر فوراً رائے قائم کرتے ہوئے نہ دیکھا ہوگا۔

حضرت اقدس کے وہ اشتہارات جن میں دعوی مسیح اور مسیح موعود ہونے کا مشتہر کیا گیا تھا جب میری نظر سے گذرے۔ تو چونکہ یہ ایک نئی بات تھی۔ میں نے اس کو نہایت ہی تعجب سے دیکھا۔ اور اس کے بعد میں نے خیال کیا کہ اس کی غایت اور حقیقت کو دریافت کرنا چاہیئے مگر بغیر اس کے کہ اس کی تلاش و تجسس کی طرف مائل ہوتا میری لاابالی طبیعت نے کچھ دن بعد اس خیال کو نسیاً منسیاً کر دیا۔ جب میں نے آپ کو اور مکرمی و معظمی جناب مولوی محمد ظہور علی صاحب کو اسطرف کامل متوجہ پایا۔ تو میرے دل نے پھر اپنی آمادگی اس امر کی تلاش میں ظاہر کی اور میں اس کے درپے ہوا آپ کے اور مولوی محمد ظہور علی صاحب کے جلسوں میں میں جناب اقدس دام فیضہ کی تصنیفات پڑھتا اور آپ صاحبوں کو سناتا رہا گو اس میں بھی دل کو ایک چاشنی ملتی رہی۔ مگر آپ جانتے ہیں کہ سرسری نظر سے کسی چیز کے دیکھنے اور کسی کتاب کے پڑھنے سے اس کا حسن و قبح ظاہر نہیں ہوتا۔ جب آپنے مجھ کو اس طرف مائل دیکھا تو حضرت اقدس کی تصنیفات سے ازالہ اوہام کی دونوں جلدیں مطالعہ کو دیں۔ میں نے ان کو نہایت غور سے پڑھا اور اس کے بعد اور بھی رسالے دیکھے۔ گو اس کے پڑھنے اور سمجھنے کے بعد میری تشفی ہوگئی۔ مگر میں نے اپنی قدیم عادت کو ترک نہیں کیا۔ اور علمائے مخالفین کے مباحثے دیکھنے کا مجھ کو شوق ہوا۔ اسلئے تاکہ اس بارہ میں جو رائے میں قائم کرسکوں وہ یکطرفہ رائے نہ ہو۔ میں نے آپ سے محمد حسین بٹالوی اور محمد بشیر کے مباحثے طلب کئے۔ ان دونوں مباحثوں کو میں نے زیادہ محنت کر کے دیکھا۔ اور جہاں تک میری سمجھ نے یاری دی سمجھا۔ اور جناب مرزا صاحب کے جوابات بمقابلہ ان مباحثات کے عدوانہ نظر ڈالی۔ مگر میں سچ کہتا ہوں کہ میری نظر میں وہ مباحثات محمد حسین بٹالوی اور محمد بشیر کے اس شعر کے مصداق نکلے۔ ؎

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نکلا

دور کے ڈھول سہاوتے سنتے تھے وہ دیکھ لیا اور یہ حقیقت تو ان دو علمائے مخالفین کے مباحثات کی میں نے پائی جو سرگروہ مخالفین ہیں۔ ان کے سوا اور کسی مخالف کی کوئی تحریر میری نظر سے نہیں گذری۔ اب میں آپکو اپنی اس رائے کی طرف توجہ دلاتا ہوں جو جناب اقدس کے دعوے پر میں نے قائم کی ہے۔

مہربان من! قبل اس کے کسی شے کے وجود کو ضروری مانا جائے۔ ہمکو چند امور کا دریافت کرنا ضروری ہے۔

(ا) یہ کہ فی الحقیقت ہم کو اس شے کی ضرورت ہے یا نہیں۔

(ب) یہ کہ اس کا وجود ہماری ضرورتوں کے لحاظ سے مفید بھی ہے یا نہیں۔

(ج) یہ کہ ہماری ضرورتوں کے لحاظ سے وہ شے جس کی ہمکو طلب ہے موجود نہ ہو تو ہماری ضرورتوں پر اس کے عدم وجود سے کیا اثر پڑے گا۔

ان امور کے لحاظ سے ہمکو اولاً یہ دیکھنا ہے کہ ہماری حالت موجودہ امور دینیہ میں آیا اس درجہ اور حد تک پہونچ گئی ہے کہ ایسے ہادی اور رہنما کی ضرورت ہو جیسے کہ حضرت اقدس کے دعاوی ہیں۔ اگر آپ اپنے ہی شہر کے عام مسلمانوں کے طرز و رفتار ادائے اعمال مذہبی و پابندی قواعد شریعت غرائے مصطفوی کی طرف نظر کریں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ فیصد دو مسلمان بھی پابندی مذہب میں مستعد و سرگرم نہیں ہیں۔ معمولی احکام فرائض کے بھی ان کو آپ پابند نہ پائینگے۔ تقوی کی پابندی تو درکنار۔ یہی حال قریب قریب تمام روئے زمین کے مسلمانوں کا ثابت ہوتا ہے۔ اگر آپ سیر کریں تو غالباً میری اس تحریر کا تجربہ ہو جاوے

اگر آپ اس حدیث کو ہر صدی کے سر پر ایک مجدد کا آنا ضروری ہے، بغور ملاحظہ فرمائیں تو اس کو ایک بڑی زبردست دلیل پائینگے۔ اس سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ صدی کے ختم ہونے تک مسلمانوں کے اعمال وافعال واقوال اس قسم کے ہو جائیں گے ان کو ازسرنو ہدایت راہ مستقیم شریعت ضروری اور لازمی ہو جائیگی آپ اور تمام دنیا کے مسلمانوں کو تیرھویں صدی کے ختم ہونے کا اقرار ہے۔ اور کوئی اس کی تصدیق اور انکار نہیں کر سکتا جب آپ اس امر کو مانتے ہیں کہ تیرھویں صدی ختم ہو چکی تو پھر بموجب اس حدیث صحیح کے ہر صدی کے سر پر ایک مجدد کو اللہ تعالیٰ مبعوث کرے گا۔ آپ کو تسلیم کرنا چاہیئے کہ مسلمانوں کی حالت ایسی ابتر ہو گئی ہے کہ جس کی اصلاح کی ضرورت ہے اسلئے مصلح کا ہونا بھی لازمی ہے۔ یہ اسلئے کہ اصلاح بغیر مصلح کے غیر ممکن ہے۔ اور اگر آپ خیال کریں کہ مصلح خود ذات جناب باری عز اسمہٗ ہو سکتی ہے۔ تو ہم کو اس سے انکار نہیں ہے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں اور ایمان لاتے ہیں کہ جناب باری ہی ہر امر میں مؤثر حقیقی ہے۔ بغیر اس کے حکم کے کچھ نہیں ہو سکتا۔ مگر آپ کو ادنیٰ تامل سے معلوم ہو جائے گا کہ ایسے افعال الٰہیہ کا ظہور جو بنی نوع انسان کی ہدایت وفوائد کے لئے ہو بلا واسطہ نہیں ہوا کرتا ورنہ دنیا میں انبیا ورسول کی ضرورت ہی کیا تھی۔ اللہ جل شانہٗ کا ارادہ ہمیشہ سے اس امر کا مقتضی ہوتا رہا ہے کہ بنی نوع انسان کی ہدایت بواسطہ ہو۔ اس کی ایک باریک وجہ یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ اس کے ذریعہ سے ایک ایسی ذات مجتمع جمیع صفات کمالیہ کا پتہ ملتا ہے۔ جو اپنی توحید اور ہر ایک افعال وصفات میں یکتا ہے۔

میرے دوست! ذرا اس کو تامل سے سوچو کہ اصلاح وہدایت اگر اللہ جل جلالہٗ بواسطہ نہ ٹھیراتا۔ تو ممکن نہ تھا کہ اس کی کبریائی کا کوئی قائل ہوتا۔ جو لوگ عالم کو قدیم کہتے ہیں۔ اور تمام اُن انقلابات کو جو عالم میں اب تک ہوئے ہیں یا جو ہوتے ہیں۔ اور آئندہ ہونگے اُن سب کو تاثیرات زمانہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اُن کا کوئی فاعل نہیں ہے۔ یہ لوگ خدا کے قائل ہی نہیں ہیں۔ یا اگر ہیں تو اس کے وجود کو معطل خیال کرتے ہیں۔ اب سوچیئے کہ باوجودیکہ دنیا میں ہدایت کا کام بواسطہ ہی لیا گیا ہے۔ اس پر تو یہ حال ہے اگر یہ طریق اختیار نہ کیا جاتا۔ تو کون تھا جو ذات باری جل شانہ کا قائل ہوتا۔ یا اُس کو ہر امر میں مؤثر حقیقی مانتا۔ جب آپ اس بات کو مان چکے ہیں کہ حالت موجودہ اسدرجہ کو پہنچ گئی ہے کہ اس کی اصلاح کی سخت ضرورت ہے اور صدی ختم ہونے کے بھی آپ قائل ہیں۔ اور ہر صدی کے سر پر ایک مجدد کا آنا بھی مسلم ہے۔ تو اس مصلح کے وجود کی ضرورت ثابت ہوئی۔ جس سے امر اول الف کا ثبوت دستیاب ہو گیا۔

میرے دوست! جب آپ یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ ہمکو ایک مصلح اور ہادی کی ضرورت ہے تو اس سے بھی ثابت ہو گیا کہ بلحاظ ہماری ضرورتوں کے وجود ایسے شخص کا سراسر مفید ہوگا۔ مضر تو کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔ جس سے امر دوم ب کا بھی فیصلہ آپ کر سکتے ہیں۔ اور اگر آپ تھوڑی سی فکر گوارا کریں۔ تو معلوم کر لینگے کہ اگر ایسے ضرورت کے وقت میں مصلح کا آنا اور اس کا وجود تسلیم نہ کیا جائے۔ تو کیا کچھ خرابیاں پیدا نہ ہو جائیں۔ جس سے امر سوم ج کا جواب آپ کو یہ ملتا ہے کہ اگر اسوقت میں مصلح کا وجود نہ ہو تو اس کا بہت بُرا نتیجہ نکلیگا۔ اب بتایئے کہ ایسی ضرورت حقہ کے وقت بجز جناب میرزا صاحب دام فیضہٗ کے اور کون ہے۔ جس نے اپنی مجددیت کا اور مصلح قوم وملت ہونے کا اس صدی میں دعوے کیا ہو۔ میرے دوست! میری طوالت تحریر سے آزردہ نہ ہوں۔ جب آپ نے میری رائے اس بارہ میں دریافت فرمائی ہے۔ تو میں نہایت آزادی سے اپنی رائے ظاہر کرتا ہوں مجھ کو اس بات کا پورا یقین ہے کہ میرا اللہ میرے ساتھ ہے اور اُس کا مواخذہ ایسا سخت ہے کہ بجز اس کی رحمت کے اور کوئی بچانے والا نہیں۔ دنیاوی لعن وطعن سے مجھ کو بالکل خوف وخطر نہیں ہے۔ جناب اقدس کے دعوے اور براہین ودلائل کے متعلق میں صرف اتنا کہہ دینا کافی جانتا ہوں کہ جس دعوے کے براہین ودلائل کلام الٰہی اور احادیث حضرت رسالت پناہی سے ایسی صحت وصفائی کے ساتھ مستنبط ہوں تو مسلمانوں کو نہ ذرا اس میں شبہ کرنا چاہیئے۔ نہ اُن براہین کے رد کرنے کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ ان کا جواب ہو ہی نہیں سکتا۔ اور یہی میرا فیصلہ ہے۔ جو میں نے اپنے نفس کے لئے کر لیا ہے ؎

بے مثل کیا حضرت اقدس کو خدا نے
سمجھے کہ نہ سمجھے کوئی مانے کہ نہ مانے

جناب اقدس کے مسیح موعود ہونے کی نسبت۔ جن حضرات کو اعتراض ہے اُس کی وجہ میری رائے میں یہ ہے کہ وہ لوگ غور وفکر سے کام نہیں لیتے۔ جس طرح دو شخصوں کی نزاع اور دعوے کے تصفیہ میں اُن لوگوں کو جو حکم ہوں۔ یہ ضرور ہے کہ جانبین کے دعوے ثبوت پر غور کرنے کے بعد ایک جانب ثبوت کو ترجیح دیکر تصفیہ کر دیں اسیطرح علمائے زمانہ کو لازم تھا اور ہے کہ جناب اقدس کے دعوے اور اُس کے براہین ودلائل کو اور نیز اُن تمام اقوال کو جو نزول مسیح کے بارے میں آئے ہیں جمع کر کے دیکھتے۔ اور اس میں بلا تعصب غور وفکر کرتے تو معلوم ہو جاتا کہ جو دعویٰ جناب اقدس نے کیا ہے وہ نہایت سچا ہے اور جو دلائل دعوے کے اثبات میں استعمال کئے ہیں وہ ایسے قوی ہیں کہ اُن کا توڑنا امکان سے خارج ہے مگر افسوس تعصب کی تاریکی نے ایسا پردہ ڈالا ہے کہ ان کو روز روشن شب تار معلوم ہوتا ہے مسیح موعود کے نزول میں یہ جو فرمایا گیا ہے کہ وہ آسمان سے اُترے گا اور فرشتوں کے شانوں پر ہاتھ ہونگے۔ اس کو جب ہم حضرت ادریس علیہ السلام کی اس پیشگوئی سے مقابلہ کرتے ہیں۔ جو توریت میں درج ہے تو وہاں بھی کچھ تغیر کے ساتھ انھیں الفاظ کو پاتے ہیں۔ مگر یہود الفاظ پیشین گوئی کے ظاہری معنے پر مٹے ہوئے تھے اُن کے نزدیک حضرت عیسےٰ علیہ السلام دنیا میں نہیں آئے۔ اسیطرح ہمارے علماء بھی نزول مسیح کے بارہ میں جو احادیث وارد ہیں اُن کے ظاہری معنی کے پابند ہو بیٹھے ہیں۔ کاش یہ حضرات اگر اپنی نظر وفکر کو تھوڑی وسعت دیں اور اُن بیانات کو جو حضرت اقدس نے اس بارہ میں اپنے رسالہ ازالہ اوہام میں درج فرمائے ہیں بغور تامل دیکھیں تو اُن کو اپنی رائے کی غلطی جس پر وہ ابتک جمے ہوتے ہیں ظاہر ہو سکتی ہے جناب اقدس کے دعوے کی صحت کا جو امر روکنے والا خیال کیا جاتا ہے۔ وہ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا مسئلہ ہے اس کو جناب اقدس نے قرآن کریم کی صریح آیات سے ایسا صاف کر دیا ہے کہ ہرگز اُن کی حیات ثابت نہیں ہوتی۔ اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی حیات ماننے میں یا بعد وفات پھر زندہ ہو کر دنیا میں آنے کی جو خرابیاں ظاہر کی گئی ہیں اس کو ہر ایک فہیم وسلیم شخص تھوڑے تامل کے بعد تسلیم کر سکتا ہے۔

ان ہر دو امور کو صحیح تسلیم کر لینے بعد پھر کوئی حجت جناب اقدس کے دعوے کی مخالفت میں نہیں کر سکتے۔ نزول مسیح کے متعلق حضرت اقدس نے صحیحین سے بھی یہ ثابت کر دکھایا ہے میری دانست میں اُس کے خلاف ثابت ہونا بہت مشکل ہے اور میں تو اس کو غیر ممکن جانتا ہوں۔ اور یہ تو اچھی طرح ثابت ہو گیا ہے کہ محمد حسین بٹالوی اور محمد بشیر کے مباحثات تو کسی طرح جناب اقدس کے دعوے اور دلائل کے مبطل تو کیا مخدوش کرنے والے بھی ثابت نہیں ہوئے۔ محمد بشیر کے مباحثہ پر جو ریمارک کہ جناب مولوی محمد احسن صاحب نے کیا ہے وہ خصم کے لئے بالکل مسکت ہے۔ بجز محمد حسین بٹالوی اور محمد بشیر کے اور کوئی اُس معرکہ میں نظر نہ آیا۔ اور ان حضرات نے بھی کوئی کارنمایاں نہ کر دکھایا بلکہ جتنی جتنی کوشش یہ لوگ کرتے گئے اُسی قدر مشکلوں کا سامنا اُن کو ہوتا گیا۔ ان ہر دو حضرات کے سوا میں نے دوسرے علماء کی کوئی تحریر نہیں دیکھی تعجب ہے اور علمائے وقت نے کیوں اس مسئلہ کو صاف نہ کر دیا۔ کیا وہ اپنا فرض نہیں سمجھتے کہ اس ابتلاء کے وقت میں کلمات حقہ کی اشاعت کر کے امت مرحومہ کو راہ راست کی طرف متوجہ کریں۔ اور اپنے بارے سبکدوش ہو جائیں۔ میری رائے ناقص میں اُن کا سکوت بمنزلہ تسلیم کے ہے۔ اور ہم کو اس سے نتیجہ اپنے موافق اخذ کرنا چاہیئے آپ اس خط کے طبع کرانے کے میری طرف سے مجاز کئے جاتے ہیں آپ کا مرسلہ خط بجنسہ ملفوف کر دیا ہے۔ میں نے اس نیاز نامہ کا مسودہ اپنے پاس نہیں رکھا ہے۔ اگر اس خط کے طبع کرانے کی نوبت نہ آئے تو اسکو ضائع نہ فرمایئے۔

(محمد ابو الحمید وکیل درجہ اول)

حیات احمد

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سوانح حیات کا دوسری جلد کا دوسرا نمبر
جس میں ۱۸۸۳ء کے واقعات درج ہیں۔ قیمت صرف ایک روپیہ
ملنے کا پتہ
منیجر اخبار الحکم قادیان دار الامان

مشاہداتِ عرفانی

(گذشتہ سے پیوستہ)

دہریہ - کیا میں ایک سوال کر سکتا ہوں؟

میں - آپ کو شاید معلوم نہیں میں بہت کم لوگوں سے بات چیت کرتا ہوں۔ میں سنتا زیادہ بولتا کم ہوں۔ کیونکہ قدرت نے میرے دو کان بنائے ہیں اور ایک زبان - اور میں دیکھتا ہوں کہ لوگوں کو بحث کرنے کا شوق ہوتا ہے۔ میں اس کو اخلاق کے لئے مضر سمجھتا ہوں پس آپ کو بحث کرنے کا شوق ہے - تو پارک میں بہت سے پلیٹ فارم ہیں - وہاں شوق پورا کریں - اگر اس خیال سے نہیں - تو میں آپ کے سوال کا جواب دیدوں گا - اگر مجھے آتا ہوگا نہ آئے گا تو کہدوں گا میں نہیں جانتا۔

دہریہ - میں دیانت داری اور سنجیدگی سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ مباحثہ نہیں۔

میں :- بہتر فرمائیے -

دہریہ - کسی چیز کے وجود کو ہم کیوں کر مان سکتے ہیں؟

میں - آپ کا سوال صاف نہیں ہے - میرا جواب بھی اسی قسم کا ہوگا - جس چیز کے وجود کو ہم ماننا چاہیں اس کے لحاظ سے ماننے کے اسباب اور طریقے ہوں گے -

دہریہ - کیا عام طور پر ان اشیاء کو نہیں مانتے جو ہم مشاہدہ کر لیں -؟

میں - جہاں تک میرا خیال ہے بہت سی باتیں ہم ایسی بھی مانتے ہیں - جو ہمارے مشاہدے میں نہ آئی ہوں یہ ضروری نہیں کہ ہر ایسی چیز کو مانیں جسکو دیکھ لیں۔

دہریہ :- دیکھنے سے میری مراد صرف آنکھوں سے دیکھ لینا ہی نہیں - بلکہ بعض دوسرے حواس بھی ہیں - چھو لینا - چکھ لینا - سن لینا وغیرہ -

میں - ہاں یہ ایک حد تک درست ہے - مگر بعض حواس اس سے بھی بڑھ کر ہیں -

دہریہ - میں عام حواس کا ذکر کرتا ہوں - آپ مانتے ہیں کہ کسی چیز کے ماننے کے لئے ان باتوں کا ہونا ضروری ہے - تو پھر آپ بتائیں آپ جو کہتے ہیں خدا ہے اس کو ہم کیوں کر مان لیں - جبکہ نہ ہم نے دیکھا نہ چھوا - نہ چکھا - وغیرہ -

میں - میں تو آپ کے پہلے سوال سے ہی سمجھ گیا تھا کہ آپ کیا کہیں گے؟ مگر مینے پسند کیا کہ آپ کو موقعہ دوں پر ..... آپ کو میرے جواب سے فائدہ نہیں ہوگا - مگر دوسرے لوگوں کو ممکن ہے فائدہ ہو - اسلئے میں آپکے سوال کا جواب دوں گا - مگر میں اپنی اخلاقی ذمہ داری کا اس پبلک میں اعتراف کر کے اور آپ سے معذرت کر کے جواب دینے سے پہلے خود ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں - اس کے جواب کے بعد آپ کے سوال کا جواب بہت آسان ہو جائے گا - اور یہ ایک جواب ہوگا - آپ اجازت دیں تو عرض کروں

دہریہ - آپ پوچھئے اگر میرے سوال کے جواب کے لئے آپ کا سوال ضروری ہے - تو میں خوشی سے اجازت دیتا ہوں -

میں - میں ادب سے اس سوال کے لئے معافی چاہتا ہوں - مگر آپنے مجھے ایسی پوزیشن میں لا کھڑا کیا ہے کہ میں پوچھے بغیر نہیں رہ سکتا - کیا آپ مہربانی کر کے بتائیں گے کہ آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ آپ جس باپ کے بیٹے ہیں وہی آپ کا باپ ہے؟

(میرے اس سوال پر حاضرین میں ایک بے محابا قہقہہ ہوا - یہاں کے لوگ اس قسم کی باتوں سے بہت خوش ہوتے ہیں)

دہریہ :- میں جانتا ہوں وہ میرا باپ ہے - میں نے اسکو دیکھا ہے - اس سے باتیں کی ہیں -

میں - نہیں یہ تو کافی نہیں کہ وہ کہتا ہے کہ میں تمہارا باپ ہوں یا آپ کی والدہ صاحبہ نے کہا کہ تمہارا باپ ہے - مگر حقیقت میں ہے یا نہیں اس کا تو کوئی صحیح علم آپ کے پاس نہیں اور جن ذرائع سے آپ اس حقیقت کو پا سکتے ہیں وہ آپ کو حاصل نہیں .

دہریہ :- یہ سچ ہے - مگر میری ماں کی شادی کا سرٹیفکیٹ میری پیدائش کا سرٹیفکیٹ ہے - ہمسایوں کی شہادتیں ہیں - ایک بات تو نہیں -

میں کیا یہ باتیں فرضی نہیں ہو سکتی ہیں؟ خصوصاً جبکہ آئے دن ہم ایسے حالات اخبارات میں پڑھتے ہیں اور کورٹوں میں حقیقت کھلتی ہے -

دہریہ :- اس قدر شہادتوں کو فرضی نہیں کہا جا سکتا

میں - تو آپ کے نزدیک تمام شہادتیں کافی ثبوت اس امر کا نہیں کہ جس شخص کو اپنا باپ کہتے ہیں - وہ فی الحقیقۃ آپکا باپ ہے -

دہریہ :- یقیناً - کوئی اسکو جھٹلا نہیں سکتا کوئی قانونی عدالت اس کے خلاف فیصلہ نہیں دے سکتی -

میں آپ چند آدمیوں کی شہادت پر ایک شخص کو اپنا باپ تسلیم کر لیتے ہیں - تو مجھے آپ جیسے ذی علم اور عقلمند کے اس سوال پر تعجب آتا ہے کہ جب دنیا کے ہر حصہ اور ہر قوم کے ایک نہیں - دو نہیں کروڑوں انسان مانتے ہوں کہ خدا ہے - اور لاکھوں ایسے انسان دنیا کے ہر حصہ میں گزرے ہوں جنہوں نے متفق ہو کر کہا ہو کہ ہم نے خدا کا کلام سنا - اس سے باتیں کیں اس کی قدرتوں .... کا مشاہدہ کیا - وہ ایک جگہ کے رہنے والے نہ تھے - دنیا کے ہر حصہ کے لوگ تھے - اور جب یہ شہادت آپ کے پاس آئے تو آپ کہدیں کہ مینے تو دیکھا نہیں چکھا نہیں - کس طرح مان لوں کیا اس کو سن کر کوئی عقلمند آپ کی اس شہادت کو وزن دے گا جو آپ اپنے باپ کے متعلق پیش کرتے ہیں -؟

میرے اس بیان پر اتنا زبردست قہقہہ لگا کہ دہریہ صاحب اپنی تقریر بھول گئے - مگر کہنے لگے :- کہ

"یہ تو دلیل نہیں"

میں :- اگر یہ دلیل نہیں تو پھر آپ کو اپنے والد کے لئے کوئی اور دلیل تجویز کرنی چاہیئے

دہریہ - اپنی دلیل پر غور کروں گا -

(اس پر پھر ایک قہقہہ لگا)

میں - مینے شروع میں کہدیا تھا کہ میں مباحثے پسند نہیں کرتا - یہ ایک قسم کی مذہبی قمار بازی ہے - اگر میرے دوست نے جیسا شروع میں کہا تھا کہ میں سنجیدگی اور دیانت سے سوال کرتا ہوں - تو میرے جواب کو کافی سمجھنا چاہیئے - لیکن ان کا منشاء پارک میں وقت گذارنے کیلئے یہ مذہبی مکا بازی کرنی ہے - تو میں نے ان کو صحیح جگہ بتا دی ہے، کہ کسی پلیٹ فارم پر جا کر سوال کریں اور چپ نہ ہوں - حاضرین نے سنجیدگی سے ان باتوں کو سنا ہے - اور ہیر ہیر کہہ کر میری داد دی -

مینے ان کو شب بخیر کہہ کر اجازت چاہی اور گھر کی راہ لی

۱۵ر جولائی ۱۹۲۶ء یوم جمعرات

دو روز سے سخت گرمی پڑ رہی تھی - آج ٹھنڈی ہوا نے اسکو خشکی سے بدل دیا تھا - اور موسم میں ایک خوشگوار تبدیلی پیدا ہو گئی - چونکہ آج ہندوستانی ڈاک کا دن تھا - میں نے صبح اٹھ کر معمولات سے فارغ ہو کر ہندوستانی ڈاک کا کام ختم کیا - کچھ خطوط کل لکھے تھے . باقی آج ختم کیے - ساڑھے آٹھ بجے شام کو میں .... پارک گیا - اور ایک پلیٹ فارم کے پاس کھڑا ہو کر تقریر سن رہا تھا کہ تین مس عورتیں میرے پاس آئیں اس سے بھی ایک دن پہلے مجھ کو گوڈ ایوننگ کہی تھی - میرا معمول ہے کہ کوئی گفتگو کرے کچھ پوچھے اس کا جواب اپنے رنگ میں دے دیتا ہوں -

ان میں سے ایک نے میرے ساتھ سلسلہ گفتگو شروع کیا

عورت :- کیا آج کا دن پیارا دن نہیں ہے؟ (یہاں LOVLY کا لفظ بہت بولتے ہیں)

میں - آج کا دن بہت اچھا ہے - اور میں اس خوشگوار ہوا کو پسند کرتا ہوں - مگر مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ LOVLY کا لفظ یہاں کچھ حقیقت اپنے اندر رکھتا ہے یا نہیں؟

عورت - کیوں نہیں - دنیا کا سارا انحصار محبت ہی پر ہے

میں - وہ محبت چیز کیا ہے؟ سوسائٹی کی بنیاد اگر محبت پر ہے اور ہے تو مجھے معاف فرمایا جاوے - جہاں سوسائٹی کی جو حالت محبت ہے - وہ آپ کو مجھ سے زیادہ معلوم ہے - میں تو مقدمات طلاق کی کیفیتیں اور روئیدادیں پڑھتے پڑھتے تنگ آ گیا -

عورت نہیں یہ کوئی بات نہیں - یہ بھی محبت ہی کے نتائج ہیں .

میں :- اگر یہی محبت ہے - جو عدالت ہائے طلاق میں ظاہر ہوتی ہے - تو آپ مجھے یہ کہنے میں معاف کریں - کہ پھر تمام لنڈن میں طلاق کی عدالتیں ہو جاویں

عورت - نہیں نہیں تم سمجھے نہیں - محبت کا کمال ہوتا ہے - جب طلاق کی صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں - عورت یا مرد اپنی بیوی یا شوہر کی محبت میں تو نہ سرگرم ہوتے ہیں کہ وہ اسکو دوسری جگہ نہیں دیکھ سکتے

میں - یہ تو سچ ہے مگر یہ محبت کا اعلیٰ مقام کیونکر ہوا - اگر محبت کامل ہوتی تو ایک دوسرے سے وفاداری کرتے اس وفاداری کا نہ ہونا ہی محبت کے نہ ہونے کی دلیل ہے -

عورت :- آپ یہ نکتہ سمجھ نہیں سکتے - مشرقی لوگ محبت کو

نہیں جانتے۔

میں - شاید درست ہو۔ مگر "خدا محبت ہے" کا وعظ کرنے والا ناصرت کا نبی۔ جس کو یورپ نے خدا بنا رکھا ہے۔ مشرق سے آیا۔ اور اس نے محبت کا فلسفہ تم کہتے ہو بتایا۔ اگر مشرقی لوگ نہیں سمجھ سکتے تو اس نے تم کو کہاں سے سکھایا

عورت :- وہ تو خدا تھا۔

میں :- لوگوں کو تو جب نظر آیا انسان نظر آیا۔ ہمیشہ مختلف مصائب اور تکالیف کا نشانہ خدائی کی کوئی صفت کبھی کسی نے نہ دیکھی۔ اور اس نے نہ کبھی دعویٰ کیا۔ جب آپنے آپ کو پیش کیا کہا کہ ابن آدم ہوں اپنے آپ کو عاجز بتایا۔ اپنے علم کو ناقص قرار دیا۔ غرض کوئی قدرت نمائی کبھی نہیں دکھائی آخر یہودیوں نے پکڑ کر صلیب پر چڑھا دیا۔ اور کہا کہ اگر خدا یا خدا کے بیٹے ہو تو اتر آؤ۔ مگر نہ اتر سکا۔ ایسے خدا کے تصور نے یورپ کو خدا کا منکر بنا دیا ہے۔

عورت - یہ ایمان کی بات ہے دلیل کی نہیں

میں - تو جو بات نہ ماننے کے قابل ہو۔ وہ ایمان کی بات ہوا کرتی ہے۔ آپ کا اگر یہ عقیدہ ہے تو ہر احمق جو بات کرے وہ ایمان کی بات ہوگی

عورت - احمق اور عقلمند کی بات میں کوئی تناسب نہیں ہے

میں :- میں نے تو آپکے بیان کردہ ایمان کی حقیقت بیان کی ہے

دوسری عورت :- یہ کیا جھگڑا شروع کر دیا ہے کوئی ہنسی خوشی کا ذکر کرنا چاہیئے۔

میں - تو آپکے نزدیک یہ باتیں خوشی سے تعلق نہیں رکھتی ہیں

دوسری عورت - یہ پادریوں کا کام ہے۔ جو اس بات کے لئے نوکر ہیں۔ ہمکو اپنا کام کرنا چاہیئے - یہ ان کا کام ہے۔ آپ کو یہ موسم پسند ہے؟

میں - مجھے تو ہر موسم پسند ہے - اس میں شدت ہو جاوے تو تکلیف ہوتی ہے

تیسری عورت - تم لنڈن کو پسند کرتے ہو یا اپنے ملک کو؟

میں - میں تو اپنے ہی ملک کو پسند کرتا ہوں۔

پہلی عورت - وہاں کوئی تمھارا سب سے زیادہ پیارا ہوگا؟

میں - میرا سب سے پیارا تو ہر جگہ میرے ساتھ ہے۔ ہاں وہاں بھی میرے عزیز رشتہ دار اور میرا روحانی آقا ہے۔ جو دنیا میں مجھے پیارا ہے۔

یہاں تک گفتگو ہوئی تھی کہ ایک اور شخص مسٹر لوری جو پٹ ورو وغیرہ کی طرف عرصہ دراز تک رہے ہیں وقتاً فوقتاً ملتے رہتے ہیں۔ آ گئے۔ اور انھوں نے ان عورتوں سے معذرت کر کے مجھے اپنی طرف متوجہ کر لیا

(**نوٹ**) یہاں کے عام آداب اور کلام کا قاعدہ ہے۔ جب دو شخص آپس میں باتیں کر رہے ہوں اور تیسرا شخص شامل ہونا چاہے تو وہ کہتا ہے "میں دخل انداز ہونے کے لئے خواستگار معافی ہوں" اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ خود اب کلام کرنا چاہتا ہے

غرض میں لوری صاحب کے ساتھ "معافی چاہتا ہوں" کہہ کر چل پڑا۔ ان کی عادت ہے کہ وہ ہمیشہ سرحد کی باتیں کرتے رہتے - اور وہاں کی مہمان نوازی کے گیت گاتے رہتے ہیں۔ جب کبھی ان سے ملنے کا اتفاق ہوا ان کا ایک ہی مضمون ہوتا ہے کہ سرحدی لوگ بہت ہی بڑے مہمان نواز ہیں۔ میرے ساتھ ہمیشہ بہت محبت کرتے تھے - اور اپنے ذاتی تجربے مہمان نوازی کے سناتے تھے۔

(**نوٹ**) حقیقت یہ ہے کہ مشرقی مہمان نوازی کی شان بالکل نرالی اور موجب صد ناز ہے۔ برخلاف اسکے مغرب میں آکر انسان مہمان نوازی کے ان لوازم سے ناآشنا ہو جاتا ہے - اور یہاں ہر شخص کے لئے ممکن ہی نہیں کہ وہ مہمان نوازی کے ان لوازم کو بجا لا سکے۔ اسلئے کہ علی العموم لوگ کرایہ کے مکانات میں رہتے ہیں۔ جہاں ایک چھوٹے سے کمرے میں ان کی تمام ضروریات کا دائرہ ختم ہو جاتا ہے۔ وہاں نہ دوسری چارپائی کی گنجائش اور نہ رکھنے کی طاقت۔ اسلئے کوئی شخص عام طور پر کسی کے گھر مہمان نہیں ہو سکتا (بڑے آدمیوں کے حالات الگ ہیں) اگر آپ کسی سے ملنے جائینگے تو خواہ رات کو ایک بجے فارغ ہوں واپس اپنے مکان پر آنا ہوگا۔ یا کسی ہوٹل میں سونے کا پہلے سے انتظام کر لینا چاہیئے

مینے دیکھا ہے کہ رشتہ داروں کے لئے بھی یہ ممکن نہیں

تا بدوستاں چہ رسد

لوری صاحب کی نظر میں مشرقی مہمان نوازی کا کچھ ایسا سماں چھایا ہوا ہے کہ وہ اپنے ملک میں رہ کر بھی اسکو بھول نہیں سکتے۔

تھوڑی دیر تک چہل قدمی کرتے رہے - پھر وہ اپنے گھر کو اور میں اپنی منزل میں چلا آیا۔ گھر پر پہنچا تو ساڑھے دس بجے تھے اور ابھی روشنی تھی آجکل یہاں بہت دیر تک روشنی رہتی ہے - ایک تو دن ہی ایک گھنٹہ آگے کیا ہوا ہے - اور دوسرے دن بھی ویسے ہی لمبے ہیں۔ موسم گرما میں یہاں گھڑیاں ایک گھنٹہ آگے کر لی جاتی ہیں - اگر دس بجے ہوں تو صحیح وقت ۹ بجے ہوگا۔ مگر عملی رنگ میں وہ دس ہی بجے سمجھے جائینگے۔

یہ عجیب لوگ ہیں۔ نیچر کے ساتھ بھی اپنی جدت آفرینیاں ضرورت کے لحاظ سے کرتے رہتے ہیں -

میں آجکل بعض مالی مشکلات میں ہوں۔ - مگر باوجود مشکلات ہیں۔ مگر خدا کا شکر کرتا ہوں طبیعت میں بے چینی نہیں گو تکلیف ہے۔ - میں یقین رکھتا ہوں کہ جب ہمیشہ اس نے اپنا فضل اور رحم کیا ہے۔ تو اگر کچھ دن ایسے ابتلاء کے آجاویں تو یہ از بس نادانی و ناسپاسی ہوگی کہ اسے خوشی سے نہ گذارا جاوے۔ بہر حال اس کے فضل سے ہی ساری راہیں کھلتی ہیں۔

درخواست دعا منشی محمد یوسف صاحب خوشنویس کی اہلیہ سخت بیمار ہیں۔ احباب صحت کے لئے دعا فرماویں

(بشارت احمد)

مشاہداتِ عرفانی

یعنی

ایڈیٹر الحکم کا سفرنامہ یورپ اور بلاد اسلامیہ

مصنف نے کامل دو سال تک یورپ اور بلاد اسلامیہ کی سیاحت کے بعد اپنے مشاہدات کو کتابی صورت میں شائع کرنا شروع کر دیا ہے - یہ سفرنامہ چار جلدوں میں مکمل ہوگا - پہلی جلد شائع ہو چکی ہے - یہ سفرنامہ بالکل نئی طرز کا لکھا گیا ہے۔ نکتہ رس اور غور کن دماغ سے کام لے کر ان ملکوں میں آنکھوں کے مشاہدات کے لئے چھوڑا ہے۔ اس سفرنامہ کے پڑھنے سے ملکی اور قومی ترقی کے سربستہ اسرار اور قوموں کے عروج و زوال کا پتہ لگے گا۔ کہ قعر ذلت سے نکلکر بام رفعت پر کیونکر پہنچ سکتے ہیں۔ اس کا جواب ہوگا ہر مقام اور شہر میں جہاں مصنف گیا ہے معمولی نظر سے نہیں۔ بلکہ شوق افزا صورت میں واقعات تاریخ کی روشنی میں بیان کئے گئے ہیں۔ مسلمانوں میں قومی زندگی اور ملی روح کے نشو و نما کے لئے اس سفرنامہ کو ضرور پڑھنا چاہیئے۔

قیمت صرف جلد اول دو روپے علاوہ محصولڈاک لیکن الحکم بکڈپو نے فیصلہ کیا ہے کہ

پہلے سو خریداروں سے بجائے دو روپے کے صرف ایک روپیہ آٹھ آنے لئے جاویں

یہ رعایت صرف ۱۵ جولائی تک ہے

احباب جلد سے جلد آرڈر دے کر فائدہ حاصل کریں۔

ملنے کا پتہ

مینجر الحکم قادیان دارالامان (پنجاب)

(اللہ بخش سٹیم پریس میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپکر دفتر اخبار الحکم قادیان سے شائع ہوا)